



عبد الرحيم سخاوان

عروج و زوال کی جیتی جاگتی تصویر

میں مصنف

گویند بہنِ داسِ بہارِ گو  
و طینِ صیابِ انیکِ خضیہ یوں فصلِ گلِ رُخسارِ

رجسٹر نمبر ۳ جمہلیہ حقوق محفوظ

تاریخ و ہجرت  
۱۳۵۰ھ

مارواڑی پریس افضل گنج حیدرآباد دکن فون ۲۳۲۳

M.A.LIBRARY, A.M.U.



U58257



اس میں کلام نہیں کہ بھکاری داس نے رحیم کے متعلق بالکل سچ کہا ہے  
 انہوں نے ہندی شاعری میں خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ  
 ایک نظم پر گنگ شاعر کو تیس لاکھ روپیہ دیا تھا۔ اُن کو دولت کی کمی نہ تھی  
 یہ شہرہ رکھیں مطلق پیرسا لارو دزیر بہرام خاں کے لڑکے تھے۔ اکبر کے نورتوں  
 میں علی الخصوص ایک رتن تھے۔

تمہی اور گنگ دونوں سکھ کے سرور تھے۔ انہیں گنگ شاعر نے  
 خانخاناں کے مدح میں دوہا کہا۔ یہ بڑے اونچے شاعر تھے۔ مگر خانخاناں کو  
 اپنے سے اونچا سمجھتے تھے اُن کی تعریف میں جب ذیل دوہا کہا۔  
 سیکھے کہاں نواب جو ایسی دینی دین  
 جوں جوں کر اونچے کریں توں توں نیچین

جو اب خانخاناں۔

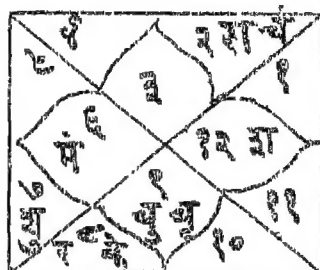
دین ہار کوئی اور ہے اور بھت جو دین  
 لوگ بھرم ہم پر ہیں اس کارن نیچا نین۔

رحیم کی پیدائش سال ۱۵۸۱ء ہوئی۔ عبدالرحیم  
 خان خاناں اکبر سے تیرہ برس چھوٹا تھا۔ ان  
 دونوں کے زائچے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

.....

راجہ اکبر

راجہ رحیم



نہرام خان کا سلسلہ نڈان  
 عبدالرحیم خان خانان کے والد بہرام خان  
 اکبر کے وزیر مطلق تھے تراکوں کا ایک فرقہ  
 جو قزاقوں کے نام سے موسوم تھا جس زمانہ میں اس کا عروج تھا بہرام خان  
 کے والد اس کے ایک سردار تھے۔ اُن کے بعد امجد علی رشا کر بھاگو کر تکرستان  
 کے ایک جھکی حکومت میں احمد ام اور خراسان وغیرہ شریک تھے دہلی  
 تھی۔ اس کے دشمن پرتگالی بیگ اپنے دشمن شاہ نویوں سے مخالفت لے کر  
 اس ریاست سے بھی ہانچا ہونا چاہا۔ اور اُس کا لڑکا یا علی بیگ شاہ فیصل صفوی  
 کے پاس بدخشاں پہنچا گیا اور یہاں سے امیر خسرو کے پاس تنوج گیا۔ مگر اس ریاست  
 کے ختم ہو جانے پر اپنے لڑکے صفوی علی بیگ کو نیکر بار کے پاس چلا گیا۔ اسی  
 بچہ بدخشاں میں صفوی علی بیگ کو ایک لڑکا پیدا ہوا جو بعد میں بہرام خان

نام سے شہور ہوا۔

باپ کے انتقال کے بعد بہرام خاں بچ چلا گیا اور وہاں ۱۶ سال کی عمر میں ہمایوں کے خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ کی مہربانی سے وہ بہت جلدی ترقی پایا۔ قنوج کی لڑائی میں اس نے بڑی بہادری بتائی تھی لیکن ہمایوں کے شکست پانے پر وہ یہاں سے بھی بھاگا۔ شیرشاہ سوری نے بہرام خاں کو اپنے پاس بلایا تھا لیکن اُن کی غیو طبیعت نے اُن کے پاس جانا پسند نہیں کیا۔ اور پھرتا ہوا مرفع جون گاؤں میں جو دریائے سندھ کے کنارے ہے ہمایوں سے جا ملا۔ اور یہاں سے ہمایوں کے ساتھ ہی ساتھ ایران گیا اور ایران سے واپس ہو کر اس نے شیرشاہ سے مقابلہ کیا اور اسی سال ہمایوں نے انتقال کیا اور بہرام خاں اکبر کا اتالیق ہو گیا۔ اکبر نے اس کو وزیر مطلق کا عہدہ دیا اور اس کو خان بابا کہا کرتا تھا۔ اسی نے انھوں کو پانی پت پر شکست فاش دیکر مغلیہ سلطنت کی بنیاد مستحکم قائم کی۔

ہمایوں کے ساتھ جب یہ دھلی آیا تو جمال خاں میواتی اپنی دو لڑکیوں کو ساتھ لیکر دلی آیا۔ ہمایوں کا نکاح بڑی لڑکی سے ہوا اور اس نے چھوٹی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا۔ اسی کے بطن سے ۱۵۵۷ء میں عبدالرحیم خاں پیدا ہوا تھا۔

اس لڑکی کے پیدائش کے وقت بہرام خاں نے دل کھول کر خرچ کیا۔

بہرام خاں نے دوسری شادی بابر کی نو اسی سلطانہ بیگم سے کی۔ اور بہرام خاں کے انتقال کے بعد اس کا نکاح مافی الکبر سے ہوا۔ اکبر کی عمر جب ۱۳ سال کی تھی تو دی بیگم کے بہکانے پر اور کچھ اور لوگوں کے سمجھانے پر اکبر نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ عبدالرحیم خاں کی عمر اس وقت ۳۰ سال کی تھی بہرام خاں ناخوش ہو کر مد مقابل ہو گیا۔ مگر چند روز کے مقابلہ کے بعد چٹا واکر کر معافی کا خواست گزار ہو گیا۔ عبدالرحیم خاں اپنے باپ کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ مارا مارا پھرتا رہا تھا۔ اسی اتنا میں بہرام خاں کوچ جانے کی اجازت ملی تو وہ ریگستان طے کرتا ہوا آگے بڑھا۔ ایک جگہ اس کا شل بول کے کانٹے سے ٹک کر نیچے گویڑا تو بہرام خاں نے اس کو بدشگونی خیال کر کے متفکر ہوا۔ لیکن چند روز کے بعد یہ بات اس کے دل سے نکل گئی۔

گجرات کے ایک قصبہ میں جس کو پٹن کہتے ہیں۔ اس کا قافلہ گریہ رہا۔ بہرام خاں وہاں کے تالاب کی سیر ایک کشتی میں بیٹھ کر رہا تھا۔ وہاں پر جب وہ ناؤ سے اترتا تو ایک نوجوان افغانی نے جس کا نام مبارک تھا اور جس کا باپ پانی پت کی لڑائی میں بہرام خاں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اس نے یہاں اس کو جام شہادت پلا دیا۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جب میر قافلہ کا یہ حال ہو تو قافلہ پر جو مصیبت پڑتی ہوگی اظہار ہے۔ لوگوں نے بہرام خاں کے قافلہ کو ٹونا کھوٹا شروع کیا مگر جس میں عمرینہ بابا زبور جو بہرام خاں کا فدائی تھا لوگوں سے ٹونا ہوا مال واپس لیا اور قافلہ کو



جس میں کئی عورتیں تھیں لے کر احمد آباد پہنچا۔ غور فرمانے کی جگہ ہے کہ اس وقت تک  
 اثر عبدالرحیم خاں جس کی عمر برس کی تھی اور سلیم بیگم جس کی ۱۲ سال کی، بچپن کی لگائی  
 ہوگی۔ اس کم عمر لڑکے کو کم عمری ہی سے دنیا کا نشیب و فراز اور سرد و گرم سے  
 آگاہی ہونا شروع ہوئی۔ یہ قافلہ یہاں سے روانہ ہو کر چار ماہ میں احمد آباد پہنچا  
 اور کچھ روز یہاں ٹھہر کر اٹندہ سفر کے لئے کچھ ساز و سامان چھپا کیا۔ اور یہاں سے  
 آگرہ جہاں اکبر مقیم تھا پہنچا۔ اکبر کو اس سانحہ کی اطلاع قبل از قبل پہنچ چکی تھی،  
 اس قافلہ کو یہ تشویش تھی کہ بہرام خاں نے اپنی آخری عمریں اکبر سے بگاڑ کر لیا  
 تھا۔ اسے یہ خیال تھا کہ اس کے پھانڈوں سے معلوم نہیں کہ کیا برتاؤ کرتا ہے۔  
 لیکن احمد آباد پہنچے پر یہ معلوم ہوا کہ اکبر نے اس قافلہ کو خاص انتظام سے سلائے آگیا  
 بھیجنے کیلئے تحریر کیا ہے تو وہ تشویش سہت سے بدل گئی۔ ۱۵۹۱ء میں یہ قافلہ  
 ملی پہنچا اکبر نے دوسروں کو انتخاب کیا جنہوں نے بہرام خاں کیسے پاماندگیاں کی  
 خاطر خواہ دلجوئی کی اور عبدالرحیم خاں کی تعلیم اور پرورش کا خود کفیل ہوا۔ دربار  
 میں بہرام خاں جو عبدالرحیم خاں کا باپ تھا اس کے بہتر نمائندہ تھے جو بہرام خاں  
 کی سرکشی اور جھگڑوں کا ذکر کر کے اس کے دل کو گزری ہوئی باتوں کو تازہ کر کے  
 رہتے تھے۔ مگر اکبر نے سنی ان سنی کر کے عبدالرحیم خاں کو نذر خاں کا خطاب دیا  
 اور انہی نام سے وہ اس کو پکارا کرتا تھا۔

عبدالرحیم خاں بذات خود ہوشیار اور سمجدار تھا اکبر کی نگرانی اور تعلیم سے

اسے چار پانچ لگا دیئے۔ عبدالرحیم خاں پہٹی عمر سے ہی امیر لڑکوں کی طرح اپنا وقت لہو و لبیا میں نہیں گزارتا تھا۔ جب یہ لکھ پڑھ کر سیانہ ہوا تو اکبر نے خان خاناں مرزا عزیز کی لڑکی سے اس کی شادی بھی کر دی۔

گجرات فتح ہونے پر خان اعظم مرزا عزیز وہاں کے صوبہ دار مقرر ہوئے مگر دوسرے سال جب یہاں بغاوت ہو گئی تو اکبر نے چیدہ سواروں کے ساتھ عبدالرحیم خاں خانانا کو بھی وہاں بھیجا۔ یہ فوج یلغار کرتی ہوئی دو ماہ کا راستہ سات دن میں ختم کیا اور اس بغاوت کو فرو کیا گیا۔

یہ جھگڑا مٹ جانے کے بعد دوبارہ عزیز کو کہ وہاں کی حکومت پر بھیجنے لگے تیسرے سردار لڑ گیا کہ کیا میں ہی ان بلوائیوں کے بلی دان کے لئے رہ گیا ہوں۔ یہ سنکر اکبر نے عبدالرحیم خاں کو ان کے ساتھ بھیجا۔ عبدالرحیم خاں کی عمر ۱۹ سال کی تھی۔ اس کے سوا اور چار مجتہد اور سردار کو اکبر نے مقرر کیا۔ وزیر خاں کو وزارت دی اور سید ظفر بارہ کو بخشی بنایا گیا اور یہ لوگ وہاں سے چل دیئے۔ ۱۶۳۶ء میں عبدالرحیم خاں واپس بلا لیا گیا اور سلیم جو بعد میں تاجگیر کے نام سے تخت نشین ہوا اس کا آقا بنی مقرر کیا گیا۔

جب گجرات پر فوج کشی کی گئی تو وہاں کا سردار سید ظفر بھی قید کیا گیا۔ ۱۶۳۷ء میں یہ قید سے فرار ہو کر گجرات چل گیا اور جو تاجر وہاں پہنچ کر کاٹیا واڑ کے لوگوں کی چاہ میں رہنے لگا۔ ۱۶۳۸ء میں جب شہاب الدین احمد خاں جو گجرات کا

حاکم تھا۔ عتا و خاں کو مقابلہ میں بھیجا تو صوبہ دار کے چند نوکروں نے بغاوت کر دی۔ مظفر جو اس ناکہ میں بیٹھا تھا باغیوں کا سردار بن کر احمد آباد پر قبضہ کر لیا اور دو قدم آگے بڑھ کر گرد و دھڑ پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہاں پر بہت ساری لوٹ ہاتھ لگی۔ اس دوست سے اس نے سنا کہ میں ایک فوج کھڑی کر لی اور دوبارہ قائم کیا۔ خدائیں اور خطا بقیہ مہم ہونے لگی اور خطبہ بھی اس کے ام پر ہا جانا شروع ہوا۔ انقلاب ہانڈا دیکھئے کہ یہ وہی مظفر ہے جو قید میں رہا۔ روزِ جہتہ پاتا تھا اور وہاں سے فرار ہو کر فوج اکٹھی کی اور شاہ بن گیا۔

جب یہ کیفیت شہنشاہ تک پہنچی تو انہوں نے سرزاد عبدالرحیم کو چند افسروں کے ساتھ پھر اس کے مقابلہ کیلئے بھیجا۔ یہ بھی اپنی فوج کو مارا مار لئے ہوئے پٹن پہنچے جہاں ان کے والد مارے گئے تھے۔

پٹن پہنچ کر سرداروں کی رائے لی۔ غلبہ آرا سے یہ فیصلہ ہوا کہ دشمن کی فوج چالیس ہزار ہے اور شاہی فوج صرف دس ہزار ہے۔ اس لئے مالوہ ملک آئے تک لڑائی چھیڑنا نہیں چاہیئے۔ اور بعضوں نے یہ بھی کہا کہ بادشاہ کا بھی ایسا ہی خیال ہے۔ مگر دولت خاں میر شہیر اور فوج کا نائب ہشتی تھا۔ اس نے یہ شورہ دیا کہ اگر وہ فوج آگئی اور اس کی مدد سے کامیابی ہوئی تو قیامت اس فوج کی ہوگی اور یہ بھی کہا کہ اگر خان خاٹان بنے کی تمنا ہو تو تنہا جانی جاہل کرو گناہی کی ریت سے شہرت حاصل کر کے مرنا بہتر ہے۔

فوجان مرزاخان کا دل اس طرف پہنچے ہی سے مائل تھا اور یہ رائے  
 سن کر وہ لڑائی کے لئے مستحکم ہو گئے۔ اور اس نے بڑی خوشی اور اطمینان سے  
 تیاری شروع کی۔ احمد آباد کے سوا کس کے نام صلہ پر سر تیج کے مقام پر گھٹان  
 کی لڑائی ہوئی۔ دشمن کی چہ گنا فوج کا اثر مندیہ فوج پر کچھ پڑ رہا تھا۔ اسی  
 آثار میں مظفر خاں نے چہ سات ہزار سوار لے کر مرزاخان پر حملہ کیا جو قلب  
 میں سو سوار اور سو ہاتھیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے خیر خواہوں نے  
 چاہا کہ ان کو وہاں سے ہٹائے جائیں مگر یہ سورا کیا وہاں سے ہٹنے والا تھا  
 اس کی بہت کو دیکھ کر فوج کی بہت بھی بندھ گئی ہاتھیوں کو بڑا نے کے لئے  
 حکم دیا گیا کہ آگے بڑھے جائیں۔ اسی وقت خواجہ نظام الدین جس کو مرزاخان  
 نے کچھ فوج کے ساتھ دشمن کی پشت کی طرف سے دھاوا کرنے کو مقرر کیا تھا  
 دشمن پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ لوگوں نے یہ خیال کر کے کہ شاہی فوج آپہنچی  
 یا بادشاہ بذات خود تشریف لائے یا مالوہ سے امدادی فوج پہنچ گئی۔ اس  
 شاہی فوج نے دو رنگ جہا یا کہ دشمن کی فوج جو مڈی دل تھی پریشان کر دیا  
 اس جنگ کا مفصل حال بادشاہ کو کتبہ صبحا۔ بادشاہ نے اس مبارک خبر کو  
 سن کر درگاہِ خدا میں دو گنا نہ پڑا۔ چونکہ یہ فتح ایک شیر دل کے ہاتھ پر ہوئی تھی۔  
 مظفر خاں سے بھاگ کر کھسکا ہوا گیا۔ یہاں کے یو پار یوں کو لوٹ  
 کھوٹ کرئی فوج تیار کیا۔ مرزاخان نے جی مالوہ کی فوج آنے پر اس طرف

چڑھائی کی۔ یہ ناگور چلا گیا۔ یہ پہاڑی مقام ہے۔ اور اس پہاڑی مقام پر جنگ عظیم ہوا۔ اگرچہ کہ مظفر کی فوج زیادہ تھی مگر شاہی فوج نے توپ خانہ پہاڑ پر چڑھا دیا تھا اور توپوں سے وہ آگ برساتی کہ مظفر گھبرا کر راج بیلہ کو بھاگ گیا۔ اس لڑائی کا خاتمہ مظفر کی موت کے ساتھ ہوا۔ اکبر نے مرزا خاں کو پنج نزاری منصب بیکر خان خاناں کا خطاب دیا۔

جنگ کے پہلے اس نے یہ منت مانگی تھی کہ اگر فتح ہوئی تو میرے پاس جو کچھ ہے غرباؤں کو تقسیم کر دوں گا۔ اور فتح پر اپنی منت پوری کی۔ ابھی گھوڑے۔ لنگن جن کی قیمت غریبوں کو نہیں مل سکتی تھی ان کو بیچ کر رقم محصلہ غریبوں کو دیدیتے تھے۔ سب کے آخر میں ایک ساپی آیا اور کہا کہ تجھے کچھ نہیں دیے۔ عبدالرحیم خان خاناں نے اپنا قلمدان دے دیا۔

عبدالرحیم خان خاناں نے ایک خط ابو الفضل کو لکھا کہ ایک صوبہ بغاوت پر آمادہ ہے۔ اور میرے ساتھیوں میں کوئی صاحب رائے نہیں ہے اگر بادشاہ مناسب سمجھیں تو راجہ ٹوڈل کو اس طرف بھیجیں تاکہ امن قائم ہو۔ ابو الفضل انکی ہمت افزائی کی اور اکبر نے دہلی کی بگڑاؤ آموزم مرزا خاں جہاں اپنے بہت سے دشمن پیدا کر چکا تھا وہیں اس کام کا کرنا دشمنوں کو بھجوا دیا اور اطمینان دہانی نہ رہا۔ اور اسی وجہ سے جو اس کے دل میں تھا ہویدہ اگر دیکھ اُن کا راجہ ٹوڈل کو طلب کرنا دہلی رکھتا تھا کہ اون کی دُور شاہو اور آدمی

جو ہر کھلے۔ آخر میں راجہ ٹوڈرل نے ہی اسن قائم کیا تھا۔ اس کے بعد بادشاہ کا حکم آنے پر تلچ خاں کے اس صوبہ کا انتظام سپرد کر کر یہ حاضر دربار ہوئے۔

عبدالرحیم خاں خاناں نے باہر کے سوانح حیات کو ترکی سے فارسی میں ترجمہ کر کر اکبر کو پیش کش کیا۔ بادشاہ اس پر بہت خوش ہوئے۔ اسی سال راجہ ٹوڈرل کے انتقال پر یہ وکیل مطلق بنائے گئے۔ اور علاء جو پوراں کو جاگیر میں دیا گیا۔ اور صوبہ تمان کے صوبہ دار بنائے گئے۔ اور بڑی فوج کے ساتھ ٹھٹھہ اور سندھ کے علاقہ کو فتح کرنے کے لئے متفرکے گئے۔ یہ پہلے تمان پہنچے اور کیل کانٹے سے درست ہوئے اور پھر اس طرف کا رخ کیا۔ مرزا خاں نے بڑی دوراندیشی سے کام لیا۔ اور تلہ بہون سے (جیسے درگ سہون بھی کہتے ہیں) پاس سے گزرتے ہوئے لکھی مقام پر قیام حاصل کیا۔ یہ سندھ کی کچی تھی۔

بلانشت و خون سندھ کی کچی حائل کی جس طرح بنگال کا پھاٹک گڑھی اور کشمیر کا پھاٹک بارہ مولابے انیس کے مائل یہ سندھ کی کچی ہے۔ اس کے بعد درگ سہون کا محاصرہ کیا گیا۔ مرزا جان بیگ یہ کیفیت سن کر فوج کے ساتھ اس مقام پر پہنچا اور نصیر پور ایک قلعہ مقام پر قیام ڈال دیا۔ اس اتنا میں عبدالرحیم خاں کی امدادی فوج بھی آئی۔ پہلے مرزا جان نے دوستوں کشمیریوں کا ایک بیڑا بھیجا۔ خاں خاناں کے پاس صرف پچاس کشتیاں تھیں۔ ان کشتیوں پر ایسے لوگ جو جان دینا اور جان لینا ہی جانتے تھے بٹھا کر اور کچھ توپیں

چڑھا کر بربایا۔ شاہین خدا دیکھئے کہ شاہی فوج دہار چل رہی تھی اور دشمن مذی کئے  
چڑاؤ پر رات تھا۔ اور پہلے ہی خاطر خواہ آگ برساتی گئی اور قریب آتے پر  
دست بدست تلوار اور برحقوں سے مقابلہ ہوا۔ اور ایتنے ہوئے پانی کی طرح شاہی  
لوج کے مڑے۔ دشمنوں کی ناو پر جا کودے اور بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارنا شروع کئے  
کشتیاں پانی پر لٹنے لگی ماند تیرتی پھر رہی تھیں۔ بڑی گھسان کی لڑائی کے بعد  
دشمن کا بیڑا ڈوب گیا۔ اور خان خانان کو فتح نصیب ہوئی۔ گو اس کے بعد چھوٹی چھوٹی  
لڑائی ہوئی۔ آخر میں مرزا جان نے اپنے کو سپرد کرنے کیلئے کہہ دی۔ اور شہر اٹل  
ضلع یوں چھپے کہ درگ سہون مرزا جان بادشاہ کے تفویض کر دے اور خان خانان  
کے لڑکے مرزا ایرج کو اپنی لڑکی دے اور ایک سال بعد بادشاہ کی خدمت  
میں حاضر ہو۔ درگ سہون چرن علی عرب کو تعین کر کر خان خانان اپنے لڑکے  
کی شادی بچانے میں مصروف ہوئے۔ خان خانان کے دربار میں ایک شاعر  
شاہ شیکھی نام کے تھے۔ انہوں نے اس جنگ کے واقعات پر ایک نظم لکھی تھی۔  
اور اسی بہت سنائی تھی۔ اور اس وقت مرزا جان بھی وہاں موجود تھا۔  
خان خانان نے اس مثنوی کو سن کر ایک ہزار اشرفی شاعر کو دی۔ اور مرزا جان  
نے بھی اس کے ایک شعر پر ایک ہزار اشرفی دی۔ اور وہ ہزار اشرفی  
کا شعر یہ ہے۔

بہارا کہ ہر چرخ کردے خرام      گر فتنی و آزار کردی زردام

مطلب یہ ہے کہ ہمارا کوہ آسمان پر گروا رہتا ہے یا پرواز کرتا ہے  
 اُس کو جال میں پکڑا اور پکڑ کر چھوڑ دیا۔ ایک ہزار اشرافیہ دینے کی یہ وجہ ہوئی کہ  
 مرزا جان کو شاعر نے ہمارا بنایا رہا بعض کہتے ہیں کہ ایک پرند ہے اور جب وہ  
 کسی کے سر پر بیٹھا ہے تو وہ بادشاہ ہو جاتا ہے چنانچہ سودا کا ایک شعر ہے۔  
 وہ نادان ہیں جن کو بچے عجیب تاج سلطانی پہنکے بادشاہ کو پل میں سوئے ہوئے گنگانی  
 (بادشاہ کو بچائے کھنٹی کے لگاتے ہیں) اور اگر مجھے لیدر بھی کہتے تو نہیں  
 کون روک سکتا تھا۔

جب سال گزرنے پر مرزا جان حاضر دربار نہ ہوئے تو عبدالرحیم  
 خان خاناں نے فوج لے کر کھنٹھ گیا۔ مرزا جان تین کوس آگے فوج سمیت منتہا  
 کے لئے آیا۔ اور جب مرزا جان نے یہ ڈھونگ دیا تو خان خاناں نے پھر اُس کی  
 تنبیہ کیا۔ اس کے بعد مرزا جان خان خاناں کے ساتھ حاضر دربار ہوا اور زور  
 پیش کرتے پراکیر نے اُس کو تین ہزاری کا منصب دیا اور سندھ کی سپہ سالاری  
 دے دی۔

احمد نگر کے سلطان برہان الملک سٹیشن میں فوت ہوئے اور ان کا  
 کم بخت لڑکا سلطان ابراہیم تخت نشین ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نظام شاہی حکومت  
 میں نظمیں پھیل گئی۔ اور وہاں کے سردار اور ان کے رشتہ دار آپس میں لڑکر  
 کئی حقے بنائے تھے۔ دیسجا پور کے سلطانہ نے (چاندنی) احمد نگر کا انتظام



دریت کرنے کے لئے فوج بھیجی۔ ابراہیم مقابل میں آیا اور وہ میدان کا بڑا زار  
 میں ختم ہوا۔ اس نے ان اتھ کے ایک دن قبل اپنے بھائی اکیس کو اندھا کر مار ڈالا تھا۔  
 اے سکندر نہ رح تیری ٹہنی عالمگیری نہ کتنے دن آپ جیسا جسے یہ دارا مارا  
 اکبر جو موقع طلب تھا۔ مراد کو فوج دیکر احمد نگر روانہ کیا۔  
 میاں پتو جو احمد نگر کے خاص آدمیوں میں سے تھے انہوں نے اکبر کو یہاں کے  
 حالات واضح کرتے ہوئے عبدالرحیم خان خانان اور مراد کو احمد نگر بھیجنے  
 کی استدعا کی تھی۔ مراد اس سے قبل گجرات میں تھا۔ اور اس تحریر پر  
 خان خانان کو دکن پر فوج کشی کرنے کا حکم دیدیا۔ مراد بمقام بھروچ خان  
 خانان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خان خانان کو اپنی فوج اکٹھا کرنے میں  
 کچھ عرصہ لگا۔ اور کچھ دن اپنی جاگیر بھیلجا جو راستہ میں تھی ٹہیر گیا۔ اس کے  
 بعد یہ مسکرمراو نے ان کو ایک خط لکھا۔ خان خانان نے جواباً لکھا کہ  
 راجے علی خاں اور دوسرے لوگوں کو اکٹھا کریں گے۔ یہ خط کو دیکھ کر  
 درباریوں نے اُس پر کیا رنگ چڑھایا اس کا حال خان خانان کے سواغ خیال  
 میں ملے گا۔ خان خانان نے اپنے توپ خانے اور فوج کا انتظام شاہ رخ کے  
 حوالہ کیا۔ اور تھوڑی فوج کے کر راجے علی خاں کو اپنے ساتھ لیا اور دکن کا  
 رنج کیا۔ بشہزادہ ان حالات کو دیکھتے ہوئے اُن کا ساتھ نہیں دیا اور اپنی  
 فوج لے کر احمد نگر کا رخ کیا۔ اور چاند ماتام جہ احمد نگر سے چالیس کو س ہے

مقام کیا۔ خان خانان یہ کیفیت پا کر ملخار چاند مقام پر پہنچا۔ پہلے دن ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ دوسرے دن ہوئی تو یوں ہوئی کہ شہزادہ کے تئیں بدے ہوئے تھے۔ اُن کی بات چیت ایسی تلخ تھی کہ خان خانان سکرم عوب ہو گیا اور اپنی فوج میں چلے آیا۔ اس کے بعد کاغذی گھوڑے دونوں طرف سے دوڑے نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں صفائی ہو گئی۔

۷۵۲ میں احمد نگر کا قلعہ محصور کر لیا گیا اور موقع محل کے ساتھ توپیں چڑھا دی گئیں اور گڑھے کھود کر یہ انتظام کیا گیا کہ اس میں بارود رکھ کر قلعہ کی دیوار اڑا دی جائے۔ چاند بی نے ابراہیم کو سخت پر بٹھا دیا اور اُس کے افسروں کو اپنے طرف رجوع کیا۔ بیجا پور سے صلح کر لی اور قلعہ کی محافظت کا انتظام خود کیا۔ اور قلعہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لی۔ شاہی فوج کے سرداروں میں اتفاق تھا اور مراد کے ناموافق باتوں سے شکلات پر شکلات پیش آرہی تھیں۔ رسد رستیں ٹوٹنے لگی اور کھانے پینے کی تکلیف ہونے لگی اور یہ بھی شہرت ہوئی کہ بیجا پور اور گوکنڈہ کے بادشاہوں نے احمد نگر کو مدد دینے کیلئے فوجوں کو جمع کیا ہے اس لئے جب چاند بی نے صلح کا معروضہ پیش کیا تو شہزادہ مراد نے فوراً منظر رکھ لیا۔ اور بہانہ ملک کا بیٹا بہادر نظام شاہ تخت نشین ہوا۔ احمد نگر ان کو جاگیریں دے دیا گیا اور بہادر کو خاندان میں شریک

کر لیا گیا۔ اور شہزادہ نے شاہ پور ایک نئی بستی آباد کر کرپنا دارالخلافت قرار دیا اور امرائوں کو جاگیریں تقسیم ہوئیں۔

رکن کے سلطانوں نے مشورہ کر کر ستر ہزار فوج تیار کی اور عبداللہ صلح خان کو فوج کا سپہ سالار مقرر کر کر شاہی فوج کے مقابلہ میں لے گیا شہزادہ مراد کی پٹری تنا تھی کہ صلح خان سے مقابلہ کرے لیکن اس کے چاہوں فوجی افسروں نے اپنی رائے نہیں دی اور اس لئے وہ کچھ نہ کر سکا۔

عبدالرحیم خان خانان نے جب یہ رنگ دیکھا تو راجے علی خان اور شہزادہ رخ کو ساتھ لیا اور بیس ہزار فوج ساتھ لے کر شاہ پور سے چل دیا اور وہ مقام آٹھٹی جو پانچھری سے بارہ کوس ہے ٹھہر گئے۔ اور فوج کا انتظام ٹھیک ہو گیا صلح خان بھی اپنا توپ خانہ اور فوج جس کا اس کو گھنڈہ تھا لے کر آ پہنچا۔

اور مانجھرا کے میدان میں لڑائی کا انتظام ہو گیا۔ صلح خان نے دائیں جانب عادل شاہی فوج اور بائیں جانب قطب شاہی فوج رکھ کر نظام شاہی فوج کو ہمراہ لے کر قلب میں ڈٹ گیا۔ اور خان خانان نے سیدہ جانبہ راجے علی خان کو مقرر کیا اور سامنے عبدالرحیم خان خانان مقابلہ میں آیا

رکنی سلطنتوں کا توپ خانہ بڑا تھا اور سامان بھی اچھا تھا۔ لڑائی توپوں سے شروع ہوئی شاہی سپہ سالار بھی اپنی اس کمی کو دیکھ رہا تھا۔ اس پر بھی اس نے فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور پیش زد فوج سے پیش زد فوج

سعر کشرا ہوئی۔ راجے علی خاں اور رام چند نے اس پھرتی کے ساتھ حملہ کیا کہ دشمنوں کو اپنی توپوں کو بھرنے کا بھی موقع نہیں دیا۔ اچھی دست بدست لڑائی ہوئی کبھی دشمن پیچھے ہٹتے کبھی شاہی فوج ہٹتی۔ اس گھسان کی لڑائی میں راجے علی خاں ہتہا ہتا خان خاناں کے مقام تک پہنچ گیا۔ اس لئے دشمن کے سپہ سالار نے انہیں پر آگ برسائی اور بڑی ترتیب سے حملہ کیا۔ راجے علی خاں داہا درمی دے کر مارا گیا اور صلح خاں یہ سمجھ کر کہ سپہ سالار فوج مارا گیا۔ خان خاناں کی فوج کو لوٹا ہوا ایک ندی پر پڑاؤ ڈالا۔

ادھر خان خاناں نے اپنے مقابل کے دشمن کا خاتمہ کر دیا اور بڑھتے بڑھتے وہاں تک پہنچے جہاں دشمن کا توپ خانہ اور بارود کا خزانہ تھا۔ رات ہو گئی تھی اس لئے توپوں کو سُر کرنے کے لئے وہیں اتر پڑے دشمن بھی قریب میں تھا لیکن ایک دوسرے کو خبر نہ تھی۔ غلطی یہ ہوئی کہ صلح خاں کے لوگوں نے مشعل روشن کی۔ تب خان خاناں پتہ لگانے کو جاسوس بھیجے جب ٹھیک اطلاع ملی تو دشمنوں کی توپوں کو بھی ان کے مقابلہ میں لایا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کی فوج میں ہل چل مچ گئی اور خان خاناں نے فتح کا قارہ بجانا شروع کیا۔ اس آواز پر شاہی فوج کے حامی جو ادھر ادھر چھپے بیٹھے تھے جوق جوق حاضر ہو گئے یہ رات بھر چل رہا اور صبح ہوئے تک چھ سات ہزار فوج جمع ہو گئی۔ صلح خاں بھی سب حالات معلوم کر چکا تھا اور تقریباً ۲۰ - ۲۵ ہزار

فوج اُس کے ساتھ تھی۔ اور اسی گھنڈ پر وہ ڈٹ کر کھڑا ہوا تھا۔ عبدالرحیم خان خاناں نے یہ خیال کر کر کہ دن نکلنے پر بھانڈا پھوٹ جائیگا۔ پوچھنے سے پہلے ہی دھند میں حملہ کا حکم دے دیا۔ دولت خاں لودھی نے کہا کہ اتنی بڑی فوج سے مقابلہ کرنا موت کو بلانا ہے۔ میرے پاس چھ سو سوار ہیں اجازت دیجئے کہ دشمن پر بھیچے سے حملہ کروں اور یہ بھی کہا کہ بصورت شکست دہلی کا نام ڈوب جائے گا۔ اس کا جواب خان خاناں نے یہ دیا کہ اگر ہم دشمن پر فتح حاصل کریں تو سو دہلی آباد کر سکتے ہیں۔ اور اگر جیتے رہے تو ایسا ہی ہوگا اور مر گئے تو خدا کی مرضی سید قاسم بارہ بھی دولت خاں کا ہم خیال تھا اور یہ بھی کہا کہ تم تو سندھ و ستانی ہیں۔ اس کے سوا کوئی اور علاج نہیں۔ چلو خان خاناں سے مشورہ کر لیں۔ دولت خاں نے عرض کی کہ دشمن کی فوج بے شمار ہے۔ اور فتح کا حاصل ہونا یا نہ ہونا خدا کی مرضی پر ہے۔ اگر شکست پائی تو ہم آپ کو کہاں ڈھونڈیں۔ عبدالرحیم خان خاناں نے جواب دیا کہ سردوں کے پشتوں تکے نیچے۔

القصد صلح خاں نے جب حرکت کی تو خان خاناں نے سامنے سے مقابلہ کیا دونوں طرف کے سپاہی بھوکے اور رات کے آن نیندے ہوئے پر بھی دُش کے مقابلہ کیا مگر جب دولت خاں بھیچے سے معرکہ آرا ہوا تو فوجیں ہل چلیں اور دوڑ دوہوپ مچ گئی اور نہ دیکھ کر صلح خاں نے خود کشی کر لی۔ اور اس کو اس حالت میں اُس کے ساتھی اٹھالے گئے۔ توڑی دیر میں میدان

صاف نہ کیا اور خان خانان کو فتح ہوئی۔ خان خانان اس فتح کی خوشی میں  
 بچہ پھر لاکھ کا چوسا ان تھکا لٹا دیا۔ یہ فتح وہ ہے کہ اس کا یہ کارنامہ سونے کے  
 حرفوں میں لکھا جائے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ اس جنگ کی فتح نے تمام ہندوستان  
 میں شور مچا دیا۔ بادشاہ نے بھی اس خبر کے سننے پر ایک بے بہا خلعت اور فرمان  
 بھیجا۔ شکر اس جنگ کے لیے بھی دکن کے سلاطین نہیں سلجھے تو ہندوستان نے ان کو اپنے  
 دربار میں بلا لیا اور ان کی جگہ ابو الفضل کو بھیجا گیا۔ ۱۵۵۷ء میں خان خانان  
 کی بیوی مہربانو کا انتقال بمقام انبالہ ہوا۔

ابو الفضل کی کیفیت پہنچنے پر بادشاہ نے ہدایت خود دکن کا ارادہ کیا  
 اور اس خیال کے پیش رفت میں لاہور سے آگے آئے اور یہاں سے دکن کا رخ  
 کیا میرا دکنی شہر اب خوری کی وجہ سے موت واقع ہو گئی تھی۔ اس لیے دانیال کو  
 خان خانان کے ساتھ آگے بھیجا۔ اور ۱۵۵۷ء میں احمد نگر پہنچ کر اسے گھیر لیا۔  
 سوچے اور دیر سے بنائے جانے لگے اور سرنگ کھودے جانے لگے۔ اگرچہ کہ  
 محاصرہ سخت تھا لیکن اس پر بھی دشمن قلعہ کی محافظت بہادری سے کر رہے  
 تھے۔ اور باہر جو لوگ تھے وہ شاہی رسد لوٹ رہے تھے اور چاند سلطانی  
 نے فوجیوں کو بہت دلاتے میں کوئی وثیقہ باقی نہیں رکھا تھا۔ لیکن جب  
 اس نے شاہی فوج کے زبردست حملوں کا سامنا دیکھا تو آخر میں اس نے  
 قلعہ سپرد کرنے کا وعدہ کیا کہ آہنگ خاں اس موقع پر جو نیر بھاگ گیا اور

جیسے خان چشتی نے سلطانہ کے خلاف فوج کو اکسا نا شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ  
غدار آتنگ خاں کے ساتھ سلطانہ کے محل میں گھس پڑے اور اس مشہور  
سلطانہ کو قتل کر ڈالا۔ اور ادھر عبدالرحیم خان خاناں نے ایک سرنگ  
توڑوائی جس سے ۲۴ گز نفیل کی دیوار گر پڑی اور غلیہ فوج حملہ آور  
ہو کر قلعہ کے اندر داخل ہو گئی اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا اور بہادر نظام شاہ  
گرفتار کر لیا گیا اور خان خاناں اپنی فوج کو واپس لے کر برہان پور پہنچے  
جہاں اکبر فرودکش تھے۔

جس وقت خان خاناں دانیال کے ساتھ احمد نگر جا رہا تھا تو  
شیخ ابوالفضل کی ان باتوں کا پتہ لگ گیا تھا جو اس نے احمد نگر کی فتح کے  
ضمن میں کی تھی۔ ابتدائے خان خاناں اور ابوالفضل میں بے انتہا محبت  
تھی اور بہت دن علحدہ رہنے پر محبت کا رنگ کیلے بدلا تھا کہ خان خاناں  
نے شہزادہ کو سمجھا کر یہ ابوالفضل کو کہلا بھیجا کہ اُن کے آنے تک وہ  
چڑھائی نہ کریں۔ اور یہ حکم بھیجوا کر خود اسیر گڑھ کے قلعہ کے پاس ٹھہر گئے کہ  
اس کو فتح کر کر اور رستہ صاف کر کے آگے بڑھیں۔ یہ بھی ابوالفضل پر دوسری  
چوٹ تھی۔ اس لیے کہ ابوالفضل سے اس کا سدا صدیہ نہ تھا یعنی رشتہ دار تھا  
تھی۔ اور یہ بھی مٹا تھا کہ اسے احمد نگر فتح نہ کرنے دیا جائے اور خود فتح  
کرے۔ اور ابوالفضل بھی اس شرط پر کی چالوں سے واقف تھا۔ بادشاہ کو

پوری کیفیت کو بھیجا۔ بادشاہ کا حکم خان خانان کو یہ پہنچا کہ اسیر گڑھ کا  
 پھینچا چھوڑے اور وہ بذات خود اس معاملہ کو دیکھیں گے اور وہ فوراً احمد نگر  
 چلا گیا اس کے بعد ہی بادشاہ اسیر گڑھ پہنچا فتح کیا اور ابو الفضل کو اپنے  
 پاس بلا لیا۔ اسیر گڑھ فتح ہو چکا تھا اس لئے خاندیس کا تمام دانیال کے  
 نام پر دان پس رکھا۔ اور خاندیس میں برابر شریک کر کر ایک صوبہ بنایا اور  
 دانیال کو وہاں کا صوبہ دار اور خان خانان کو اس کا وزیر بنایا۔ اسی زمانہ  
 میں خان خانان کی بیٹی جانا بیگم کا عقد دانیال سے ہوا۔ اگرہے سلطان  
 ابراہیم کی بغاوت کی اطلاع آ رہی تھی اور ادھر راجستھا اور ملک عنبر  
 دونوں سرداروں نے بل کر شاہ علی کے لڑکے کو مرفعی شاہ ثانی کا خطاب  
 دے کر گدڑی پر بٹھا دیا اور پھر بغاوت شروع کر دی۔ اور بادشاہ نے  
 پھر خان خانان کو دکن بھیجا اور خود آگرہ چلا گئے۔ عبد الرحیم خان خانان  
 ابو الفضل کو دکن کا انتظام کرنے چھوڑ گئے تھے۔ اس میں بھی خان خانان  
 کی ایک چال تھی چونکہ دانیال تو صوبہ دار تھا اور خود سپہ سالار دیوان تھا  
 اس طرح ابو الفضل ان کا ماتحت ہو گیا۔ وہ کیا کر سکتے تھے بیٹھے بیٹھے وہ  
 غلش کیوں پیدا کرتے تھے۔ ابو الفضل نے جس قلم سے محبت آمیز خطوط  
 بھیجے تھے اسی قلم سے وہ تھریس کیس کہ کوئی شیطان جیسے عین کو بھی نہیں  
 کرتا۔ اس کے پُر بننے کے بعد ہر سجدہ کی یہ کوشش ہو گی کہ سوچے کہ کہاں



وہ محبت اور کہاں یہ دشمنی۔ اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ جہاں دو دوستوں کے علاوہ  
 علیحدہ ترقی کے لئے کوشش ہو وہ ایک دوسرا جان و مال سے بھی دیرینہ نہیں  
 کرتا لیکن جہاں دونوں کام کرنا ایک ہی ہے وہاں ایک دوسرے کو گرانے  
 میں پس پیش نہیں کرتے یہ نئی بات نہیں ہے تین سو برس پہلے بھی یہ بات  
 موجود تھی۔ اور جہاں ایسی صورت پیدا ہوئی ہوگی یہی سبب ہوا ہوگا۔

تمہارا سلیم کے غدار کی ختم ہونے پر ابوالفضل دربار میں بلائے گئے  
 تو اس اتنا میں سلیم کے اشارہ پر اور چھوٹے راجہ نے ان کو ختم کر دیا۔ ۱۶۶۲ء  
 میں تمہارا وہ دانیال نشہ کرنے کی بدولت مر گیا۔ اور اس کے انتقال سے  
 عبدالرحیم خان خاناں کو جو اس کا داماد تھا برا بھلا ہو۔ اسی سال اکبر بھی  
 دنیا سے نفی سے ملک جاودانی کو روانہ ہوا اس کے مرنے کی تاریخ اس مصرعہ  
 سے نکلتی ہے۔

الف کشید ملک ز فوت اکبر شاہ۔

ادیر جہانگیر بادشاہ ہوا۔

وقت تخت نشینی جہانگیر خان خاناں وکن ہیں تھا۔ انہوں نے کئی  
 درخواستیں وپس کے لئے دی تھیں کہیں ان کو وپس کی اجازت جہانگیر نے دیا  
 وہ اس خوشی سے حاضر ہوا کہ اسے معلوم نہ ہوا کہ جس کے بل آیا کہ پاؤں کے بل۔  
 جہانگیر کے پیروں پر خان خاناں گر پڑا تو انہوں نے اٹھا کر چھاتی سے نکھایا اور

مالا ماشے سرواڑا اور چند زیورات جو قریب تین لاکھ کے تھے دیئے۔ اور ہاتھی گھوڑے  
 ہمراہ دے کر پھر دکن روانہ کیا۔ عبدالرحیم خان خاناں دکن کے جھنگڑ دل کو  
 مٹانے میں مصروف تھا کہ جہانگیر نے شہزادہ پرویز کو خان خاناں کی مدد کے لئے  
 بھیجا۔ مگر اب بھی وہی پرانی باتیں نو دہویں۔ کہاں پرانا تجربہ کار معرکہ آرا  
 اور کہاں یہ کم سن سپہ سالار۔ بارش کے زمانہ میں لڑائی شروع کر دی۔ یہ  
 پہلا موقع تھا کہ خان خاناں کو شکست ہوئی۔ اور احمد نگر جس کو انہوں نے تنہا  
 فتح کیا تھا ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کے بعد شہزادہ نے باپ کو خط لکھا کہ  
 جو کچھ ہوا خان خاناں کی بُری نیت کا پھل ہے یا تو آپ خان خاناں کو  
 بلا لیا جائے۔

یہ ۱۶۶۷ء میں دہلی بلا لئے گئے اور فوج اور کالسی ادن کو جاگیر میں  
 دیا گیا اور وہیں بھیجے گئے کہ وہاں کی بغاوت کو فرو کریں۔ دوسرے سال جب  
 عبداللہ خاں کے انتقال کی کیفیت ملی تو یہ واپس جاگیر سے بلا لئے گئے۔ اور ان  
 کو چھ ہزاری منصب اور خلعت دیکر اور ابوالحسن کو ان کے ساتھ دیکر دکن کو روانہ  
 کیا۔ اور ان کے بیٹے شاہ نور خاں کو تین ہزار منصب اور داراب خاں کو  
 دو ہزار کا منصب دیا گیا۔

عبدالرحیم خان خاناں نے دکن میں پونچھ کر سب معاملہ ٹھیک کر لیا۔  
 اور شاہ نواز خان کو فوج کے ساتھ بلا لیا اور بھیجا۔ وہاں ملک عنبر کے کئی سردار

آئے جن کا اُس نے بڑی خاطر مدارت کی اور اُن کے شورہ سے ملکِ عنبر پر چڑھائی کر دی۔ ملکِ عنبر کے نوجی دستے گاؤں گاؤں میں قائم تھے وہ کیفیت سنکر بڑی دل کے موافق بڑھے لیکن شکست پا کر واپس گئے۔ ملکِ عنبر یہ کیفیت سنکر عادل شاہی اور طب شاہی فوج کوئے کر آگئے بڑے۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا لیکن ان دونوں کے بیچ میں ایک نالہ تھا جس میں دُر تک دلدل تھی یا تو ت خاں جشی نے ایک زور کا حکم کیا لیکن گولی اور تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے اُس کی کچھ فوج کھیت رہی اور باقی فوج واپس ہو گئی کیونکہ یہاں دلدل بہت تھی۔ ابھی غروبِ آفتاب کے لئے ایک پہر باقی تھا لیکن گولیوں اور توپوں کے دھوان کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شام ہو گئی۔ ملکِ عنبر کی فوج بھی اس حالت کو دیکھ کر لال پلی ہو گئی اور دشمن پر چاڑھی اور داراب خاں ہراول سے مقابلہ کر کر نالہ پار کیا اور اس طرف جا بیٹھا۔ اور دشمن کی فوج کو چیرتا پھارتا ملکِ عنبر پر حملہ آور ہوا۔ وہ تلوار کی آہنچ نہ سہ کر عبیر بن کراڑ گیا۔ دشمنوں نے اُس کا تین کوس تک تعاقب کیا اور معرکہ کا کچھ ایسا رنگ جما کہ لوگوں کو دیکھ کر قیامت کا سمجھ ہو گیا۔

۱۷۳۷ء میں جہانگیر نے تہرا دہ خرم کو شاہ جہاں کا خطاب دیکر دکن بھیجا اور خود دوسرے سال ٹاڈوے میں آ کر قیام کیا۔ شاہ جہاں نے اپنی داہت میں پرانے سپہ سالار اُن کو دکن کی فتح کے لئے مقرر کیا اور وہاں انتظام

خاطر خواہ کر کر عبد الرحیم خان خانان کو اپنا قائم مقام کر کر ماڈوہ کو چلا گیا۔  
 باپ نے اُس کو گلے لگایا اور شاہ نواز خان کی لڑکی سے اُس کی شادی کر دی۔  
 ۱۷۷۷ء میں خان خانان دربار گیا اور جہانگیر نے اُن کی بڑی آؤ بھگت کی۔  
 اور سات ہزاری منصب جو اب تک کسی سردار کو نہیں ملا تھا اُن کو عطا کیا۔ اور  
 مرصع تلوار اور ہاتھی گھوڑے دے کر دکن کی صوبہ داری اُن کو دی۔

دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دولت کی تلاش میں اپنی زندگی  
 کھو دیتے ہیں۔ روشن ضمیری بھی ایک دھن ہے اور دولت بھی دھن ہے۔ اور  
 دوسروں کے نظروں میں یا وقعت ہوتا بھی دھن ہے۔ اور سب سے اوپر صبر و  
 تقاہت بھی دولت ہے۔ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا نیک بخت ہو گا کہ خدا نے  
 یہ سب چیزیں اس کو دیں۔ یہ سب باتیں ہونے پر بھی کبھی ایسا موقع آجاتا ہے کہ رکھنے  
 والوں کے دل بھی لڑ جاتے ہیں۔ جس پر جو گزرتی ہے وہی اس کو جان سکتا  
 ہے۔ ۱۷۷۸ء میں خان خانان بھی یہی مصیبت پڑی تھی۔ جب وہ بوڑھا اور کمزور  
 ہو گیا تو یہ سب باتیں اُس پر بھی پڑیں۔ اور نکستی (دولت) تو ان پر ایسی ناخوش  
 ہوئی کہ پھر مڑ کر نہیں دیکھی۔ اسی سال ان کا لڑکا شاہ نواز خان ۱۷ سال کے  
 بمحض چڑھ گیا۔ اس کا اُن کو کتنا رنج ہوا ہو گا وہی جان سکتا ہے جس پر گزری  
 ہو۔ دوسرے سال بھی اس کا دوسرا لڑکا رحیم الدین بھی کو چ کر گیا۔ چنانچہ  
 جہانگیر نے اپنی سوانح حیات میں اس حادثہ پر بہت رنج کیا ہے اور اُس کے

مہر لفظ سے رنج کے قوارے اُڑتے ہیں۔

وقت کبھی ایسے رستہ پر لا چھوڑتا ہے کہ اُس کے لئے دو ہی راستے ہوتے ہیں اور یہ دونوں بھی سخت ہیں۔ ان راستوں پر چلنے سے کیا نتیجہ ہو گا یہ حد ہی جانے۔  
 سنہ ۱۶ء میں ملک غنیم نے سرحد پار کر لی تھی۔ اس لئے شاہ جہاں کو پھر دکن آنا پڑا۔  
 یہ وہ زمانہ ہے کہ جہاں عباس ایران نے قندھار پر فوج کشی کی تھی۔ اور شاہ جہاں نے اس کو افغانستان بھیجنے کے لئے بلایا۔ ناڈو اپہوئج کر شاہ جہاں نے اپنے والد کو خط لکھا کہ جس میں قندھار جانے کے متعلق اپنی کمزوریاں بتائی تھیں۔ جہاںگیر اپنے بیٹے کا طرہ اندازہ کر دے اور وہاں جا کے قبضہ میں ہونے کی وجہ سے وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا شاہ جہاں کے تحت نشین ہونے سے وہ یہ بھی ہوئی تھی کہ جو اس کو ریاست کے بیاہ و سفید میں دخل ہے جاتا رہے گا۔ اس وجہ سے نور جہاں نے شہر یار جس کو اُس نے اپنی لڑکی جو شیر انگن کے بطن سے ہوئی تھی دی تھی۔ باوجود شہر یار قابل نہ ہونے کے اُس کی طرف ندری کی۔

شاہ جہاں نے وصول پور مالک لیا جس پر پہلے سے شہر یار کا قبضہ تھا اور اُس کی طرف سے شریف الملک وہاں کا حاکم تھا۔ شاہ جہاں کے لشکر کی جب قبضہ لینے گئے لڑائی چھڑ گئی اور شریف الملک کے آنکھ میں تیر لگا اور وہ کانا ہو کر دربار میں چلا گیا۔ شاہ جہاں نے بہت کچھ عرض و معروضہ کر کر معافی چاہی اور اپنے دیوان انصاف خاں کو وہاں بھیجا جو قید ہو گیا۔ نور جہاں کے شہر سے جہاںگیر کی جاگیر

جوشمائی حصہ میں تھی ضبط ہو گئی۔ اور قندمار پر فوج کشی کرنے کے لئے شہر یار کو حکم مل گیا اور پر ویز اور بہاوت خاں بھیجے گئے کہ شاہ جہاں کو قید کر کے لائیں۔ اس باپ بیٹوں کی جنگ میں بہت سے یاروں نے افسر مارے گئے۔ بدنامی ہوئی اور قید المضاف ملی۔ آخر میں آنگ آکر شاہ جہاں کو لڑنا ہی پڑا اور خان خانان کو ساتھ لے کر الٹ پڑا۔

عبدالرحیم خاں خانان کو دو پشت کا تجربہ تھا اور وہ ایسے لالچی نہ تھے کہ تھوڑے فائدے کے لئے کسی طرف جھک جاتے۔ انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر کوئی راستہ اختیار کیا ہو گا۔ عبدالرحیم خاں خانان یہ تو جانتا ہی تھا کہ شراب نے جہانگیر کی عقل کو سلب کر لیا اور کچھ بھڑی بہت بچی تھی وہ نور جہاں کی روشنی چندھیادی۔ اور اس کے دام محبت میں پھنس کر اپنے ہونہار بیٹے کا خرابا کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت پر بیٹے کا ساتھ دینا بادشاہ سے باغی ہونا نہیں کہا جاسکتا بلکہ کی بھارت کا کنگ کنگ کا ٹیکہ لگ سکتا ہے۔ دونوں طرف کی لڑائی کا تماشا دیکھنا یا تو خود کشی کے معنی رکھتی تھی یا لاکھ کی بربادی ہی جاگتی۔ جو کچھ سیاسی معاملہ تھا وہ چونکہ شاہ جہاں کے ساتھ تھا۔ لہذا آخر تک انہیں کا ساتھ دیا۔

جب عبدالرحیم خاں خانان اور اس کا بیٹا داراب خاں دکن شہر جہاں کے ساتھ تھے تو یہ کیفیت سن کر جہانگیر ترک جہانگیری میں نکھٹا۔ بے کہ شہر میں اٹھا پڑا حاجب ایسی غلطی کر کے کہ ہم نے اپنے لڑکے کو سدھارنے کے لئے سزا دی تو یہ ان کا

طرندار ہو گیا تو دوسروں سے ہم کو کیا امید ہو سکتی ہے۔ ان کے باپ تے بھی  
ہمارے باپ کے ساتھ ہی برتاؤ کیا تھا اور انہوں نے بھی اپنے نطفہ کا ثبوت  
اس عمر میں دے دیا۔

رستم خاں سے شکست پا کر شاہ جہاں دکن لوٹا اور نربدا پار کر کے  
بہرام خاں کو اس کی گھاٹ میں نگرانی کے لئے مقرر کیا اسی شان میں ایک جو مہابت خاں  
نے عبدالرحیم خان خاں کو لکھا تھا کہ شاہ جہاں کے ہاتھ پر گیا اس خط کے کنارے  
پر ایک شہر لکھا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ نیراروں کی نگاہیں مجھ پر ہیں ورنہ میں اس  
تعلیف کے بندھن کو توڑ کر نکل بھاگتا۔ شاہ جہاں نے یہ خط خان خاں کو تنہائی میں  
بیا سکر جواب کی گنجائش نہیں شہر مار کر خاوش ہو گئے۔ بالآخر یہ نظر بند ہوئے اور  
یہ قید کر کے مظفر خاں بارہ قلعہ دار کے پاس بھیج دیئے گئے۔ داراب خاں عبدالرحیم  
خان خاں کا بیٹا بھی آزاد تھا مگر اس سے جہانگیر کو کھٹکتا تھا اس لئے اسے اور  
عبدالرحیم خان خاں دونوں سے وہ وعدہ لے کر چھوڑ دیا۔

مہابت خان اور شہزادہ پریت نربدا پر پہنچ کر دیکھا کہ ناؤ اس کنارے  
پر لگی ہوئی ہے اور گھائوں پر فوج لڑنے کو کھینچے۔ پانی میں وہ زور دے گا کہ گھوڑے  
بہ جانے کا اندیشہ تھا۔ مہابت خان نے اس غموں کا خط لکھا کہ شہزادہ کی خوش  
نصیبی سے وہ اس کے پیروں آگیا بعض کہتے ہیں کہ خط ایسا تھا کہ شاہ جہاں عبدالرحیم  
خان خاں کی سچی باتوں سے اس کی جان میں نہیں گیا۔ شاہ جہاں نے اپنی فوج

اور خان خانان سے اس معاملہ میں مشورہ کیا اور کچھ مشورہ کے بعد خان خانان کو ہی اس کام پر بھیجنے کے لئے انتخاب کیا۔ قرآن رکھ کر ان سے قسم لی۔ اور ان کے بال بچوں کو اپنے پاس رکھ کر صلح کی بات چیت کرنے بھیجا۔ مہابت خان نے بہت کچھ تیاری کے بعد ان کا خیر مقدم کیا اور ایسی باتیں کیں کہ جس سے اُس نے شاہ جہاں کو اپنی کامیابی کی دھانچہ بھیجا۔ اس تحریر کے بعد گھٹاؤں کے انتظام میں لپٹا کی شروع ہوئی۔ مہابت خان بد باطن اسی موقع کی تاک میں تھا اس نے راتوں رات اپنی فوج نڈی کے پار کر دی اور خان خانان کو نظر بند کر لیا۔ شاہ جہاں وہاں سے بھاگا اور تاپتی پار کرنے کے وقت اس کی فوج بہت ضائع ہوئی۔

مہابت خان راجپوت نسل سے تھا مگر پتراب سے ان بن ہوئی وجہ سے یہ سمان ہو گیا تھا خان خانان صحیح النسب پنجاب الطرفین ایک سید ہا سادہ ترک تھا۔ نسل کا جو کچھ اثر ہوتا ہے وہ صدر کے واقعہ سے واضح ہو گا اگر مہابت خان اپنے دہرم کا پالن کرتا اور بہادرانہ طریقہ اختیار کرتا تو اس مہمان کو جو اس کے گھر آ گیا تھا اس طرح سے بچا نہ دکھاتا بلکہ اس کو کہہ دیتا کہ میں تیرا مخالف ہوں اپنا انتظام کر لو۔

منشی پریم چند نے ایک تاریخی واقعہ اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اسپین فتح ہونے کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں چلا گیا لیکن اب تک وہاں کے عیسائی



لوگ اس کوشش میں تھے کہ وہ اپنی خودداری قائم رکھیں۔ چنانچہ عبداللہ نامی ایک شخص کبھی نوح کا عہدہ دار بھی تھا کچھ ایسی باتیں ایک لڑکے سے کہیں جس کی وجہ سے وہ حب الوطن ہونے کی وجہ سے ناراض ہو گیا اور اُس کا مار ڈالا اور باغ کی دیوار کو درختوں کے ترغے سے لٹکا کر عبداللہ مقتول کئے گھر پہنچا جنھیں تعاقب میں ہی تھے۔ عبداللہ کے باپ نے اس عیاشی سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ تیرا تعاقب کر رہے ہیں اُس نے کہا کہ ایک لڑکا مجھے میرے ملک کی تائید کر کے مجھے ذلیل کیا ہے۔ اسے میں نے مار ڈالا۔ اور اس لئے یہ تعاقب ہے۔ میرزا نے پوچھا کہ اس کا نام کیا تھا اُس نے کہا کہ عبداللہ میرزا نے ایک چیخ ماری اور کہا کہ وہ میرا اکلوتا لڑکا تھا اب میں تجھے زیادہ پناہ نہیں دے سکتا اور نہ میں تجھے دشمنوں کے سپرد کر دوں گا بس وہ اونٹ ہے کاٹھی لگا ہے۔ اور چلا جا۔ میں نے اپنا فرض اور تیری حفاظت کا انتظام کر دیا۔ اب ان دونوں چیزوں کو لاکر دیکھئے۔ ایک طرف دنا یا پاپ اپنے بیٹے کے قاتل سے یہ بات چیت کرتا ہے اور ایک طرف مہاراجہ خاں عبدالرحیم خاں خاناں کو دھوکا دیکر یہ فعل کرتا ہے۔ اورنگ زیب بھی ایک ایسی ہی حرکت کی تھی۔ مراد چوڑہ کا عادی تھا دکن سے دارا کے تخت نشینی کے بعد اپنے حقوق کی حفاظت میں اگر وہ کارخ کیا اور اورنگ زیب بھی اورنگ بہاؤ سے ہی نشانہ رکھ لئے ہوئے اگر وہ بڑا۔ آئین کے قریب ان دونوں شہزادوں کی کچھ ایک دوسرے سے

دوری پر فوجیں پڑی ہوئی تھیں۔ اورنگ زیب نے مراد کو یہ اطمینان دلایا تھا کہ دارالشجاع دونوں حکومت کرنے کے قابل نہیں ہیں میں تجھ کو تخت پر بٹھا کر حج کو چلا جاؤں گا۔ اورنگ زیب نے مراد کو اپنے پاس بلوایا۔ مگر ابھی اُس نے اس طرف آنے کا ارادہ نہیں کیا تھا کہ اورنگ زیب یہ سن کر کہ وہ شکار کو گیا ہے پیشوائی کی اور اپنے ساتھ لے آیا۔ اور اُس کو اتنی شراب پلائی کہ وہ پیشوا ہو گیا۔ اس کے بعد اُس کے چھپکار اٹھائے گیا۔ ایک باندھی کو حکم دیا گیا کہ اُس کے سپرد رہے۔ اور چار ہاتھی ایک ہی طریقہ کے جمعیت کے ساتھ تیار کئے گئے اور ایک ہاتھی پر مراد کو گواہ کیا کہ قلعہ کو بھیجا گیا تھا اور باقی ہاتھی دوسرے سمتوں میں بھیج دئے گئے تاکہ اُس کی فوج کو یہ نہ معلوم ہو کہ مراد کہاں بھیجا گیا۔ قبل ہیچنے کے جب مراد پیشوا گیا تو اورنگ زیب نے اُس سے کہا کہ مراد وایسا مدہوش آدمی بھی حکومت کے قابل ہوتا جو اپنے چھپکار کی بھی حفاظت نہ کر سکے۔ اس کے بعد اورنگ زیب نے مراد کو اپنے دربار میں دلی بلوایا اور مراد نے اپنے دور حکومت میں ایک کا قصاص کر دیا تھا۔ اُس کے دربار کو مدعی بنا کر مقدمہ چلایا اور فتویٰ لے کر اُس کا قصاص کر دیا یہ تمام واقعات سر جا دونا تھوہر کار کے تصنیف شدہ کتاب موسوم بہ ( Life of Aurangzeb ) میں درج ہیں۔

اس نے خان خانان کے بیٹے داراب خان اور دسکریال بچو کو

بھیم سین کی نگرانی میں قید کر دیا۔ برہان پور میں رہنا مناسب نہ سمجھ کر شاہ جہاں  
 سنگانہ ہوتا ہوا بنگال چلا گیا اور سلطان پر ویز اور مہابت خاں بھی دھواوا  
 کرنے ہوئے برہان پور پہنچے۔ خان خاناں کو اپنے بچوں کی قید ہونے کی خبر  
 سن کر سخت ملال ہوا۔ اُس نے بھیم سین کو خط لکھا کہ میرے بال بچوں کو چھوڑ  
 دو۔ ورنہ میں شاہی فوج کو روک دوں گا تو بھیم سین نے جواب دیا کہ ابھی  
 پانچ چہتر آدمی ہیں اگر تم لڑنے پر آمادہ ہوئے تو تمہارے بال بچوں کو پیسے  
 قتل کر ڈالیں گے اور پھر تمہارا مقابلہ کریں گے۔ شاہ جہاں لڑتا بھڑکتا  
 بنگال پہنچا اور داراب خاں کو آواز کر دیا کہ صوبہ دار مقرر کیا اس کے  
 بال بچوں اور شاہ نواز خاں کو اپنے ساتھ لے کر بہار گئے۔ اور مہابت خاں  
 اپنی فوج کے ساتھ آگے آباد آگیا تھا۔ اور بنارس کے مقام پر دونوں فوجوں  
 میں معرکہ کا جنگ ہوا۔ شاہ جہاں کامیاب ہو کر واپس آیا۔ اور داراب خاں  
 کو طلب کرنے کے لئے حکم بھیجا۔ اس نے جواب دیا کہ زمینداروں نے مجھے گھیر  
 لیا ہے میں کس طرح سے آسکتا ہوں۔ شاہ جہاں نے یہ خیال کیا کہ جہانگیر  
 کے موافق یہ بھی دشمن سے مل گیا ہے۔ داراب خاں اور شاہ نواز خاں کے  
 لڑکوں کو سرداؤ والا شاہی فوج نے بنگال پہنچ کر اُس پر قبضہ کر لیا۔ اور داراب خاں  
 کا سر کاٹ کر ایک پشت میں رکھ کر خاں خاناں کے پاس بھیج دی۔ اور  
 مہابت خاں کے نوکرؤں نے بادشاہ کے حکم کے مطابق یہ کہا کہ بادشاہ نے

تربوزہ بھیجا ہے بوڑھے سردار نے آنکھوں میں آنسو بھر کر آسمان کی طرف  
 سر اٹھا کر کہا کہ شہیدی ہے۔ (شہیدی کے معنی خون جیسا رنگ ہے)  
 سنہ ۱۶۴۲ء میں جہانگیر نے ان کو قید سے رہا کر کے اپنے پاس  
 بلوایا۔ جاتے وقت مہابت خان نے ان کا مناسب سفر کا انتظام کیا۔  
 جہانگیر خود دکھتا ہے کہ سامنے آنے پر شرم کے ار سے سر نہیں اٹھایا  
 جہانگیر نے کہا کہ جو کچھ ہوا ہے وہ کرم کے مطابق ہوا ہے وہ نہ تہا رہے  
 ہاتھ کی اتھاری تھی نہ ہا رہے۔ اس کے لئے شرم نہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ  
 ہم اپنے کو تم سے زیادہ با شرم سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد ایک لاکھ روپے  
 اور خان خانان کا خطاب جو چھین لیا گیا قنوج کو جاگیر میں دے کر  
 روانہ کیا۔ اس وقت خان خانان نے یہ شعر پڑھ کر مبارک باد دی۔

مر اطف جہانگیرے زمانید است ربانی

دوبارہ زندگی دادہ دوبارہ خان خانانی

اس کا مطلب یہ ہے کہ یثور کی مدد سے جہانگیر کی مہربانی سے

مجھے دوسری مرتبہ زندگی ملی اور خان خانان کا خطاب ملا۔

اس کے بعد جب نور جہاں مہابت خان سے گھوٹ گئی تب اسے

بلایا۔ بادشاہ کشمیر کی طرف جا رہے تھے اور یہ پانچ چہ ہزار راجپوت فوج  
 کے ساتھ لاہور ہوتا ہوا آیا۔ یہاں خان خانان بھی تھے اس کے یثور بگڑے

دیکھ کر بچہ گئے کہ یہ اندھی بن کر آیا ہے خوب دھول اُڑا کر بجائے گا اس لئے  
 نہ اس سے ملنے ہی گئے اور نہ اپنے آدمی ہی پوچھنے کے لئے بھیجا۔ جب جیلیم  
 ندی پر پہنچ کر مہابت خاں نے جہانگیر اور بیگم کو قید کر لیا تب انہیں لاہور  
 سے دلی جانی کا حکم دیا۔ دلی پہنچتے ہی اس کے دل میں کچھ شبہ ہوا۔ اس لئے  
 عصر لاہور ہوا لیا۔ جب نور جہاں کے بھندے سے جہانگیر چھوٹ گیا اور  
 مہابت خاں بھاگا تب سلیم نے اس کو نکست دینے کے لئے خاں خانانہ کو  
 مقرر کیا۔ اس کو سات ہزاری منصب اور خلعت مرصع تلوار ہاتھی گھوڑے دیکر  
 روانہ کیا۔ مہابت خاں کی جاگیر اور اجمیر کا صوبہ انہیں دیا گیا۔ اس غرض  
 سے وہ لاہور سے دلی آئے لیکن وہاں بیمار ہو چکے تھے۔ وہ پونچھکر ۲۰ سال  
 کی عمر میں سالہارست میں انتقال کر گئے ان کا مقبرہ ہمالیوں کے مقبرہ کے  
 پاس اپنے بیوی کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

بہرام خاں اہل تشیع سے تھے مگر یہ سنی تھے۔ عبدالرحیم خاں خانبابہ  
 عربی میں خاصی مہارت رکھتے تھے اور فارسی اور ترکی ان کی گھر کی باندھیاں  
 تھیں۔ بڑی بات یہ ہے کہ سنسکرت زبان جو نہ ان کی ملکی نہ مادری زبان  
 تھی اس میں بھی انہوں نے غامی لیاقت حاصل کی۔ ایک کتاب انہوں نے  
 علم نجوم پر لکھی ہے جس کا نام (खैर की तुक्म) اس میں بارہ گروہوں  
 کے اثر ایک شلوک میں دیا ہے۔

اگر وہیں انہوں نے بہت مار پیہ خرچ کر کے ایک حویلی  
 بنائی تھی۔ ایک باغ بھی اس کے متصل ہے جو فتح باغ یا فتح واڑی  
 کے نام سے موسوم ہے۔ اس نے ایک شاہ باڑی بھی آباد کی تھی۔  
 جس میں اچھے اچھے محل تھے۔ اوریں بھی کچھ محل بنوائے تھے۔ جہاں  
 ان کا ناما جمال خاں رہتا تھا۔ چنانچہ اب بھی یہ عمارت تروپلیا  
 کے نام سے مشہور ہے۔ دلی کا متبرء آب کھنڈر جو رہا ہے۔ یہ مقام  
 نظام الدین کی درگاہ اور بارہ پل کے درمیان ہے۔ عبدالرحیم خان خاناں  
 کی مدح فقط ہندوستانی کوئی دشاعر تھا بلکہ ایک شخص جمال الدین  
 المخلص عرفی شیراز سے آتا ہے اور وہ بھی اس کی مدح میں قصیدے  
 لکھتا ہے اور خاطر خواہ انعام پاتا ہے۔

ایک عجیب بات میں نے شاعروں میں دیکھی ہے کہ وہ کچھ  
 غیب دان بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ فوق ایک غزل میں لکھ رہا تھا اور  
 اس غزل کا ایک مصرع یہ تھا کہ ہے  
 سنتے ہیں آہ بوپال میں تو ارجل گئی

اس کے بعد ایک صاحب بوپال سے آئے اور انہوں نے بھی  
 کہا کہ نیک اس تیاخ بوپال میں تو ارجل گئی تھی۔ اسے سچ مانے یا  
 مبالغہ سمجھئے کہ ہے

اکبر نے بیرل سے ایک مصرع یوں کہا ہے  
 من چندر کو چیر کُٹوم چھو اے  
 یس کر بیرل تے پورا دوا قہ بیان کر کے سنایا۔  
 ایک سنے پیو نے میرے کھکھول کے آپ قبول کھلایا  
 لال لال یہ سنے ہوں گے کہ چھتیاں بلسے  
 مٹکا کے پیکھ گیر و مٹھ سے من چندر کو چیر کُٹوم چھو اے  
 اس طرح سے ایک دوا قہ بیرل کا اور کہا جاتا ہے کہ اکبر نے  
 ایک مصرع کہا ہے

یا رمن کوتہ است نارنہ دانہ ہنوز  
 فوراً بیرل نے گرہ ماری اور یہ مصرع کہا ہے  
 کہ دست چپا ز دست راست نہ داند ہنوز  
 یہ دوا قہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ اکبر گھوڑے پر کسی گاوؤں سے  
 گزر رہا تھا۔ گاوؤں کے لوگوں نے اُسے سلام کرنا شروع کیا۔ ایک لڑکی  
 کم عمر بھی وہاں کھڑی تھی۔ اُسے کیا معلوم کہ سید سے ہاتھ سے سلام کرنا  
 یا بائیں ہاتھ سے۔ اُس نے بائیں ہاتھ سے سلام ٹھوک دی۔ یہ تبید ہے  
 اس دوا قہ کی جو آگے آتا ہے۔  
 عرفی ۳۶ سال کی عمر میں زہر کے اثر سے فوت ہوا۔ کہا جاتا ہے

کہ تیسرے نامی ایک باند ہی پر وہ عاشق تھا اور عرفی کے دوسرے بھی اس معاملہ میں رقیب تھے۔ ایک باغ میں تیسرے انار کی کٹی توڑ کر اپنی چوٹی میں لگا رہی تھی عرفی بھی پہنچا اور اس نے کچھ کلیاں توڑ کر دی اُس نے اپنی چوٹی میں لگائی تیسرے نے ایک انار جو پختہ ہو کر کھل گیا تھا وہ توڑ کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ اس انار میں پہلے ہی سے زہر ملا دیا گیا تھا۔ تیسرے نے کہا کہ آپ کی دی ہوئی کلیاں میں نے چوٹی میں لگائی۔ آپ بھی میرے دیے ہوئے انار کو کھا لیجئے۔ چنانچہ اس نے کھایا زہر کا اثر ہوا اور ختم ہوا۔ مگر یہ واقعہ ہونے کے بہت دن پہلے عرفی نے پیش گوئی کی تھی کہ اُس کی خاکِ سخنِ اشرف کو جا ہیگی۔ چنانچہ تھوڑی جلدانی نے اس کی تمنا اس طرح پورا ہونا منظم کیا۔

لیگانہ گوہر دریاے معرفت عرفی	کہ آسمان پر درخش صرف آمد
چون عمر و بسر آمد ز گردش گردن	نکرت بر صفت دلہا پر سنجف آمد
نہم ز دا ز پئے تاریخ رونقی کلم	بکاشش شرہ از گورتا سنجف آمد
بکاشش شرہ از گورتا سنجف ہر دم	نکند تیر دعاے و بر بدت آمد

یوں اس کی خاکِ سخنِ اشرف پہنچی کہ عرفی کے بازو ایک فقیر اپنے دوست کی خیر جو عرفی کی تھی سمجھ کر وہاں سے اُس کی خاک لے گیا اور اور سنجف اشرف میں دفن کیا۔ یہاں پر یہ عرض کرنا بھی بے محل نہ ہو گا اللہ



غرنی کو فیض سے مخالفت تھی اور کہا جاتا ہے کہ جہانگیر سے اُس کو عشق تھا۔  
 بس اُس کے قتل کے سبب ہوئے تو دونوں میں سے ایک اور اعانت کی  
 نسبت نے خیر ہم دنیا داروں کو اُس کے قصیدے اور دیوان جو اُس نے  
 اپنی یادگار چھوڑا ہے تصدیق میں دعا کرنا چاہئے کہ خدا اُس کو جنت میں جگہ  
 دے۔ اور نسیم کو خور بہا کر اوس کے نقولیں کرے کہ مرنے کے بعد تو بھی اُسکی  
 تمنا پوری ہو یا دوسرا جہنم ان دونوں کو دے تاکہ میرا جی یا شیریں فریاد  
 اور میرے لوگوں کے مشاء کے موافق اس کو کامیابی ہو۔ اب وہ قصیدے  
 جو غرنی نے اُس کی شان میں کہے ہیں اُن کو لکھ کر اس کی سوانح حیات کو  
 ختم کرتا ہوں۔ دوسرے آگے آتے ہیں۔



# دست خانان بفرش میرالفتح

بیا که بادلم آن میکنند پریشانی  
 ز دیده رفتی مردم هسان نفس فریاد  
 کسی که تشنه لب نازست میداند  
 ز شربت غمزه اسلام شمت که دوروز  
 تر جمعه نکند حسن بدو لم گوئی  
 که گفت مطلع دیگر چنین بناری گفت  
 نه به و نه ای تو هم یا به پیشانی  
 تناع حسن تو سرایه تپیدستی  
 لب تو جوهر ده باو ده دل آشوبی  
 گل گزیده بخند و چو چشم باز کنی  
 ز دین خویش سوا نشی کنند در محشر  
 چنین که لشکر از مرغ نامرود دوم  
 که غمزه تو بخرد دست با مسلمان  
 که بے مردم و انگه چنین با سانی  
 که موج آب حیات سپین پیشانی  
 عجبست تو کنم جمع با مسلمان  
 که د زمانه یوسف بنود زندانی  
 که تازه ساز و ازین مطلع آفرینانی  
 لنگه کرم تو تکلیف نامسلمان  
 خیال زلف تو مجموع پریشانی  
 غم تو شانده کش طره تن آسانی  
 بهار عشوه بریزد چو رخ پوشتانی  
 کسی که عشق تو نگردد بر مسلمان  
 قلم که دست ازین می برد به گریانی

چو دست و پنجم اندیشه نیز ندیدم  
 بله چو سینه الهام و وحی می جوشد  
 ز فر عدل دمی امر و کیست دارد  
 بون حرکت دنیا بیکاسه نهی  
 در میکه دست برآورده اتیس جوش  
 بهیواد و شمر در صفات زلف بتاں  
 از بیم دو که نیار دشتانند اگر دفتور  
 کن ز چیل بر اے آگزیدن مردم  
 بپوشف رایش اگر خام زن تو م گردد  
 مبر اے وصف کندش بخاطر م زو مج  
 دل صود و تو ویران ترست ز آن موضع  
 تو زیب محفل من به نیست که در عید  
 نهاده بخت تو در گشتن بود و سر سبز  
 چو سر در دریشه دو انید در جهات آید  
 ز حد گذشت حق خدمت فلک ترسم  
 زمانه جمع کندش جهت یک جانب  
 سمند دولت جاویدیت که در هر گام  
 گزنجوش در آید شراب مصافی  
 ز شوق آنجن فهم میز ناغانی  
 متابع نوش شیر وانی و خا خا ناں  
 ز فقر زبانی بروی میسائی  
 بختم از کند موج بحیر و ما نی  
 بکند نقل جمعیت از پیرشانی  
 فلک بدامن احوال النسی و بانی  
 بگامی از واکس تر خانی  
 انا مسلم همگی چون بلال نورانی  
 گره شدافی اندیشه ام زیجانی  
 که در زمانه جود تو میس کند کانی  
 سر زمانه بقتراک لبسته میرانی  
 که راه کا کشتاش کن خیا بانی  
 دخت عمر تو در چار باغ ارکانی  
 که زمین خویشش چو عرش نشانی  
 اگر تو ترش حکومت یکس جهتی  
 بساط کون و مکان بایش میدانی

بر بنه پاوسر آید ابد بد نباش  
 بحر حق عادت اگر ملقت شوی شاید  
 شجاعت تو دلی نعمت بود که کند  
 جو عرض مجزیه را تربیت دهی شاید  
 جو خوش کینه بازی برو کار مزد  
 قلم بر او صلاح تو میرود و در نه  
 حال خصای کلیم است خانه تو دلی  
 زخم کشان بین بسیار دشمن تو  
 ز بهر شدت خذلان او بدل کردند  
 سگانه گوهر و الاثر او دوده کون  
 ازان میار و جو دو عدم فرو برد آند  
 فلک میرد کشت آفتاب در مطلع  
 گهر نشا ساد پیش پائے مین و بسنج  
 غلط منخ و بسین پائمال نیا ن کن  
 بسک ز خاش بگیری که بس گراں گهر  
 تاش دست زده شهره زن مطلب  
 ز بسکه لعل فتاندم نبر و ابل قیاس

اگر خاش بصورت ازل گروانی  
 که کینه خویش در ادراک عقل گنجانی  
 مبلختش جگر شیر شتره بریانی  
 که سایه در بل آفتاب بالانی  
 که گرد تخت تری بر سپر نشانی  
 کجا رسد بدو انگشت نه جهانانی  
 صلاح دلی دیده نه یثبانی  
 که میکند سخن و سخنی و قلمرانی  
 طبیعت یکی را به نفس شیطانی  
 که خنس معدنی و نامیر است حیوانی  
 که حرف رد و قبولیت شود آسانی  
 نشان دیده عاشق بجای حیرانی  
 نشان مین که به لری تو باد ازانی  
 مباد چیده دیگر بار بر سر انشانی  
 متاع من که نصیبش مباد از زانی  
 متاع من همه در یاکت دباکانی  
 بکیت نسبت شیرازی و بخشانی

بهر جلوه حسن کلام من انداخت  
 کنون که یافت چون کره سائی شیراز  
 بسین که یافته ابریش چغالی یافت  
 زمانه من که مرا جلوه داد تا از رشک  
 گرفته روی زمین جگر آفتاب صفت  
 بخندای درو دیوار در زگار خراب  
 چو کریم پیل لعلی تنیده ام بیروت  
 از شوق بوقلمون حلقه عبارت من  
 ز سحر خاوه جادو اثر فرستادم  
 بنوش و باک ندار این شراب جامه سا  
 از این شراب گر آلوده دامن خیزد  
 زمانه خواند و فلک بیاض دیده شود  
 باستان تو صد گنج شالگان ریزد  
 به برادی ناخس نامم که مراد  
 مرا از نسبت بهر دی کمال غم است  
 ز بهمنای طبعم بشارت شروران  
 کنون که ربه نسبت گرفت شرار من

قبول شایسته نظم کمال تقمائی  
 خرد ز دیده کشد بهر صفا مانی  
 ز تاب اطلس من شراب شرابی  
 بد اغهای پس از مرگ سوخت خاقانی  
 چون تیغ زبان شهر تم آسانی  
 که به زمانه زدیم شکسته سلیمانی  
 که اصل خلعت دار ایت خاقانی  
 مدام شایسته معنی نمود سریان  
 بجای شهر بکاغذ شراب روحانی  
 که نسبت خوردن این باده پریشانی  
 بخش که بر تو حرام است پاک آمانی  
 که این قصیده بیاضی بود نه دیوانی  
 چو استیمنت اگر نامه ام به افشانی  
 در یک قصیده بهر ذکال نشانی  
 و گرنه شهر چه غم دار و نه غلط خوانی  
 بهر کدو کیم فرس کرده شرابی  
 کند نسبت این اعتبار یونانی

ہنوز بہت ایشدس کی یاد از فہم  
 مفرحیکہ من از بہر روح ساز دم  
 چہ صاحب آنخہ در اہمال خدش نشند  
 ہاں کہ بہت تر بار دین افلاطون  
 ہاں کہ گویہ کلکت از ازل و ادای  
 ہاں کہ فرق فلکت را بہ تیغ بشکند  
 ہاں کہ ابر عیالش چو قنہ بارشود  
 ہاں کہ تشکند از بیچ دست طرف کلاہ  
 سخن صریح بگویم حکیم ابو الفتح است  
 دلیر ز آتش پرستم کہ از یاقوت او  
 ذخیرہ ہند از من کہ مافی از صورت  
 از ازل ندیدہ بنا گویت کہ حی بنیم  
 دلیل و مدقم ایں بس کہ مدح خود بخواب  
 تو چون گذر کنی اینجا بہ ظلم ریگنم  
 ضمیر وے بس اینجا شاں دہر ہما  
 درین زمین دوسہ تیغے گزیدہ در شل  
 قصیدہ نامتہ و تار ساندہ میخاتم

بون خدمت صاحب خطاب گیلانی  
 نہ اوری نہ نسلانی دہ نہ بہسانی  
 قصائد صورت دیوار عذر بیجانی  
 خطاب لفظی دبا وے تکلم جانی  
 کہ نو بہار طبیعت برد بخند رانی  
 گرت ز حادثہ چینی قد بہ پیشانی  
 جہان ز حفظ تو جوید کلاہ بارانی  
 کہ تو بتا رونقانی بران نیفتانی  
 کہ تو بہر فضائل تا ترشش خوانی  
 گزرت بر من سیرت سلماتانی  
 تھے برم از وے کہ صورت از مانی  
 ترا د اورا ایک تن بچشم روحانی  
 مرا بعد چ تو فرمود گوہر افشانی  
 کہ مہر عشق حینی کرو بیت بنانی  
 کہ نامنے برنی یا مہرے سچبانی  
 ذخیرہ دارم از انعام ہائے ربانی  
 کہ شوق من بہت ناخواندش تو میدانی

نیارک افند ز سب گوهر محیط عطا  
 نه نفس کلی دور یائے گوهر دانش  
 عداوتش به گهر سیمینای مصطفی  
 بجائے ویولک را کند پیشه اگر  
 سخت خوشیت بخشد از گران گهری  
 زمانه را و فلک را بوی خطابه بود  
 زمانه گفت تو پر ویز و من سرخ زرم  
 سپهر گفت تو آنی که تو من آنچه نم  
 شکفته سخت و دلی شکسته طالع ختم  
 چو رسم خدمت ادا هم گشت گردو گفت  
 زمانه گفت فلک را گیسو بیاید ابر  
 فرو گزیت که آری گیسو که نفس فلک  
 سخن شناسا دیدی و دیده باشی هم  
 فلان مربی و من تربیت پذیر این بس  
 دراز شد سخنم جای شرم و تن ز دردت  
 طریقی ذیل چه بودیم درین خیالات  
 شنائی صاحب مدح تو همچو شیر و شکر

که از انافیت او قطره کرد عثمائی  
 نه عقل اول و انتا و جوهر شانی  
 عفتیش به اثر کیمیا ریحانی  
 کسی بخلوت غلغله کند پر خوانی  
 چو دست همتش آید به گوهر افشانی  
 نه دوش دوی دم اشراق صبح امکانی  
 بکام خود بطرازم چنانکه میدانی  
 براه عجز بر انعم چنانکه میدانی  
 ندیم میکند و کام جوئے زندانی  
 که داغ صورت چین تازه شد زیمانی  
 مراتب کیف جویش بگوهر افشانی  
 بعلم جوهر اول رسد ز گردانی  
 علوی پای من در مقام سبحانی  
 از فضل خود چه زرم لایه های طولانی  
 گر قسم آنکه آتی مست جمله عثمانی  
 که لنگش ز مردم را سمند چولانی  
 بهم سر شرم و بگریختن و عدالی

نوائی لاف دگرانی که سنت شمرست	و دم چنانکه دلم خون شد از پیشانی
نمی در زنجیرهای باد بر دلم هرگز	که زلفت شاد نظم کند پریشانی
حدیث آب و علف خود نبردن با وقت	که نظم و شعر خودم کرده آبی و نانی
تمام مهت و سرتاقدم سرا و دلم	اگر دپی نیتا نم دهم چو بستانی
و گر چه ماند دعائے کنون یگو چه کنم	طلب کنم که نه تحصیل حاصلش خوانی
همیشه تانه بود ثانی اقدام از اول	همیشه تا که بود سرستار از رانی

ز سایه تاج ده فرق نخت عمر حق باد

همای دولت مخدوم اول و ثانی





(۱) جیہی رہیم من آپنوں، کیہنوں چنور چکوں!

نہیں باسور لارہی رہے کھانا چنور کی اور ۱۱۔  
 جیہی رہیم من آپنوں کینو چتر چکوں پڑاں باسور گئے رہے کرشن چندر کا  
 مطلب دوہے کا یہ ہے کہ چکور (ایک پرند ہے جو اگلا رہے کھاتا)  
 جو چاند کی طرف دیکھتے رہتا ہے یعنی اس کو مطلوب چاند ہی ہے۔ اوسی  
 طرح سے رہیم (جو اپنے کو چکور سے تشبیہ دیتا ہے) اپنا خیال کرشن کی  
 طرف لگائے رکھو۔ اس دوہے کے سمجھنے کے لئے ذیل کے شعر میں مفہوم  
 کو لایا گیا ہے۔

یکے خواہم یکے جویم یکے داہم یکے بنیم  
 بجز یا ہو دیاں ہو دیگر چیزے نئی داہم

(۲) جات نہہ دھری بھلی، لہی رہیم جیہی جانی ۱۱۔

جیکڑت نیرا دھر ہوت ہے، جیہی گاڑھی کو پانی ۱۱۔  
 جات نہہ دھری بھلی۔ جو رہیم جیہی جانی پڑاں کھڑا دھرموت ہے جو لگے پانی  
 مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اپنے لوگوں سے دوری کی محبت  
 اچھی ہے ورنہ اس کی حیثیت گرہ ہے کہ پانی کے صبی ہو جاتی ہے۔ یعنی  
 جو آتا ہے سو منہ دیتا ہے۔

اس مضمون کو ذق نے بھی باندھا ہے کہتا ہے کہ

اپنوں سے نہ مل آئیں اپنوں کی دشمنی، ہر نہ سے میں بھری آگ نیاں کیلئے ہے  
(۳) راہمن ساں چو سूर को बैरी करत बखान ॥

साथ सराही साधुता, यती योगिता जान ॥-  
رحمن سانچے سحر کو پیری کرت بکھاں، سادہ سراجے سادہ تھا۔ یہی ہوگا جان  
دوہے کا مطلب یہ ہے کہ بہادر دشمن کی تعریف کرتا ہے۔ لائق  
لوگ لائق لوگوں کی تعریف کرتے ہیں۔

(۴) करत निपुनहि गुन बिना, रहि मन गुनी हनु ॥

माने (हरे) बिटप चटि, यहि प्रकार हम कूर ॥-  
کرت بیونانی کن بنا۔ حسن گنی حضور، مانہرت بیٹ چری۔ یہی پرکار ہم کور  
مطلب دوہے کا یہ ہے کہ بغیر لیاقت کے لوگ جی حضور کرتے  
پھرتے ہیں۔ تو یہ سمجھو کہ کم لیاقت لوگ اپنے درجہ کو پہنچ گئے۔ جیسے  
ہم کوڑ (دماغ)

(۵) रहि मन प्रीति सराहिये, मिले होत रंग दून ॥

ज्यों हनु डी जररी इतजी, तजी सफेही चून ॥-  
حسن پریتی سراہیئے۔ ملے موت لگانا، جوں ہر دی زردی بھی۔ جی سفیدی چوں  
مطلب دوہے کا یہ ہے کہ حسن یہ محبت قابل تعریف ہے کہ جب ہر دی  
چونے سے ملی تو اپنا پیلا رنگ چھوڑ دیا۔ اور جب چونا ہل دی سے ملا تو وہ

اپنی سفیدی چھوڑ دی۔

(۶) رہیمنن سواہی آٹ کو، سواہی پرینام لکھا رہا۔

اسی دھپک بزم کو भरवै, कल्लल बमन कराया।  
 جس کوئی اوی کو سویری نام لکھا : جو دیکھ کر کہیں مل بن کر آئے  
 مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ جن بری عادت کا نتیجہ ہی ہوتا ہے  
 جیسا چراغ تیل پیتا ہے اور کابل پیدا کرتا ہے اس کے شامل ایک شل ہے  
 جو آگ کھا کر گدا وہ الٹا کرے گئے گا۔

(۷) رہیمنن اوکھے پر سینگلے، نیت پراंत لکھا سبے کار (۶)

नरि चुरावे सम्पत्ति मर संहै चरियार ॥  
 جس اوچھے پر سینگلے نیت پراंत لکھا : جو دیکھ کر کہیں مل بن کر آئے  
 مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ جن بری عادت کا نتیجہ ہی ہوتا ہے  
 اور کچھ فائدہ نہیں۔ جیسے کٹور اتوپانی پڑتا ہے اور ارگھڑیاں کھاتی ہے۔  
 پڑنا طریقہ وقت معلوم کرنے کا یہ تھا کہ ایک کٹورے میں جو پانی پر  
 تیرتا رہتا تھا ایک سوراخ کر دیا جاتا تھا۔ اُس سوراخ کے ذریعہ سے کٹورے  
 میں پانی بھرتا رہتا تھا جب کٹورہ اُدب جاتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ ایک گھنٹہ  
 ہوا۔ اُس کا لحاظ کرتے ہوئے گھنٹہ بٹایا جاتا تھا۔ اس کی طرف تیسرا اشارہ  
 ہے کہ پانی تو کٹورہ پڑتا ہے اور گھڑیاں رکھتا ہے۔

دوسرا طریقہ وقت معلوم کرنے کا یہ تھا کہ دھوپ گھڑی سے بھی  
وقت معلوم کرتے تھے۔ یہ بہتر نذر دھوپ میں اب بھی موجود ہے اور امرتسر کے  
گڑ دوارے میں بھی موجود ہے۔ اس کے بعد ریت گھڑی بھی ایجاد ہوئی  
کسی کا شعر ہے

غافل تجھے گھڑیاں یہ کرتی ہے منادی  
کہ ایک گھڑی عمر کی تو نے اور کھادی  
اور ایک مٹا دیا یہ بھی ہے کہ گھڑی میں گھڑیاں مٹی ہے۔ یعنی ایک  
ایک گھڑی کرتے ہوئے گھٹتے گزر جاتے ہیں۔

(۵) संचे कहावे लसकरी सब लसकर को जांय। (६)

सलै सडाके जो सहे, सोइ जगीरै स्वांय ॥ -

سہی کہاویں لکری۔ سب لکر کو جب میں

کیل سڑا کے جو سہے۔ سو ہی جگیں کھائیں

دوہے کا مطلب یہ ہے کہ سب ہی لڑائی کو جاتے ہیں۔ اور

سب ہی لشکر کی کھاتے ہیں لیکن جاگیریں ان کو ہی ملتی ہیں جو دھول

اور سلا کے (چابک کا مارا) کھاتے ہیں۔ یہ شعر اس مضمون کو اور

صاف کر دے گا کہ

بھلا تم سے تو کہہ کہ سر تیغ تلے دھن تو یہیں ہیں پیار! ہر کار و ہر مرد

اور ایک مصرع ہے سے  
 ہے یہ مرد سپاہی پیشہ پھر تار شکر ہے  
 اور یہ بات تھی نہیں ہے۔ نلسن کیا بن بال سے لارڈ نلسن  
 بن گیا اور آرتھر ولزلی چھوٹی خدمت سے ڈوک آن ویلنگٹن بن گیا۔

(۹) जी रहीम होती कह प्रभु गति अपने हाथ। (۹)

تو کواچوں کے ہدیہ مان لو، آپ بڑا ہی سہا ہے۔

جو رحیم ہوتی کہوں پر بھو گئی اپنے ہاتھ

تو کو وہوں کہی مانتا آپ بڑا ہی سہا ہے

مطلب دو ہے کایہ ہے کہ اسے رحیم اگر بھگوان کی طاقت اپنے

ہاتھ میں ہوتی تو کون کس سے مانگتا۔ اور اپنی برابری بھی کون کیسے دیکھتا

(۱۰) जी विषया संतन तजी, सूक्तार्ताहिलपटाथ। (۱۰)

جیو نر دھارت دھمن کر سوان سواد سوں سوان ॥

جو ویشیا شتن سنجی موڑتا ہی لپٹا ہے

جو نر دھارت دھمن کر سوان سوان سوں سوان

مطلب دو ہے کایہ ہے کہ اسے رحیم دنیا میں تمام خواہشات

کو بہا تماؤں نے ترک کر دیا ہے میر تو ف لوگ اُن میں ہی بھٹتے ہیں

جیسے کوئی شخص اُٹی کر دے تو اُسے کتے بڑی چاہ کے ساتھ کھاتے ہیں۔

(۱۱) अधम वचन काबो फल्यो, वैठिताड की छाई ॥

रहिमन काम न आयहे, ये नीरस जग मांह ॥

آدم و جن کا کو چھیلو بھی تار کی چھاؤں

رحمن کام نہ آئے ہے یہ نیرس جگت ماہیں

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ تار کی چھاؤں میں بیٹھ کر کس کو

آرام ملے ہے اسی طرح بڑے الفاؤ کس کو آرام دے ہیں۔

(۱۲) अनकी नही बात करै सोबत जाये जोय ॥

ताहि सिरबायबो २ रहिमन उचित न होय ॥

ان نیتی بات کرے سوت جاگے جوئے

تاہیں کھائے جگا لے رحمن اُچت نہ ہوئے

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ جو کام نہیں ہو سکتا ہے اُس کی سنجی

مارتا ہے جاگ رہا ہے مگر صورت مرنے کی بنا رہا ہے اُس کو کچھانا

یا جگانا بیکار ہے ۔

(۱۳) अनुचित उचित रहिम लघु, करहि बडेन केजार ॥

ज्यो ससिके, संजोग ते, मचबत आगे चकार ॥  
 अनचित अचित रहिम लघु, करहि बडेन केजार ॥

مطلب دو ہے کایہ ہے کہ رحیم چوٹے لوگ بڑوں کے زور  
پر جائز اور ناجائز سب کچھ کر سکتے ہیں جس طرح چکور پسند رما کے  
زور پر آگ پیدا جاتا ہے۔

(۱۲) अनुचित वचन न मानिए जदपि गुरा इसु गाढि ॥

हे रहिम रघुनथ ते सुजस भरत को बाढि ॥-  
آنچه چہ زمانے چوٹی گرا اس گارڑھی  
رحیم رکھونا تھ تے تجھیں بھرت کو گارڑھی  
مطلب دو ہے کایہ ہے کہ جائز بات اگر گرو کا حکم بھی  
ہو تو بھی اسے نہ ماننا چاہیے۔ سری رام جی نے بھرت جی کو راج گدی  
پر بیٹھنے کی آگیا دی تھی لیکن انہوں نے تعمیل نہیں کی۔ اس سے  
ان کی شہرت یا ان کا نام رام چند جی سے بڑھ گیا۔

(۱۵) अब रहीम मुशिकल पडी, गाढे दोउ-काम ॥

सांचे से तो जगनही भूठे मिलै न राम ॥-  
اب رحیم مشکل پڑی گارڑھے دو او کام  
ساچے سے تو جگ نہیں چوٹے ملے نہ رام  
مطلب دو ہے کایہ ہے کہ اسے رحیم بڑی مشکل کا موقع ہے  
دونوں کام بہت مشکل ہیں۔ سچائی سے تو دنیا نہیں ملتی۔ اور چوٹے سے

پرستو نہیں بتا۔

ہم خدا خواہی و تمسم و نیبائے دل  
ایں خیال است و محال است و جنوں

(१६) अजरबेलि निजु मूल की, प्रतिपालन हेताहि । ११

रहिमन ऐसे प्रभूहितुजि खोजत फिरिए काहि ॥

امریکی بن مول کی پرانی بات ہے مہماں

رحمن ایسے ہی بخشنے والی تھی کہ جو بت جھڑکا ہے

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ اس میں (آب حیات) جو ایک قسم کا پودا ہے بغیر جڑ کا ہوتا ہے اور پریشور اس کو بھی پرورش کرتے ہیں اسے تیمم ایسے الگ کو چوڑا کرکس کی تلاش کرتے پھریں۔

(१७) अमृत ऐसे वचन में रहित न रहि सकी गां। (१७)

जैसे मिस्रिह मे मिली, निरुसबांस की फांस ॥—

امرت ایسے وحین میں رحمن رس کی گھانگ

جیسے مہری میں تلی۔ ترس بانس کی پھانسی

مرطلب و دہے کا یہ ہے کہ امرت جیسے میٹھے بول میں غصہ کی

گاتھو ویسی ہی معلوم ہوتی ہے جیسے مصری میں سوکھے بانس کی  
جھپانسیں ہوتی ہیں۔



(۱۸۷) ابرج گرج مانے نہی، رہیمن ارجن چاری (۱۸۷)

رینیا، راجا، مانگتا، کام آنوری ناری -

ارج گرج مانے نہی رحن اے جن چاری

رینا راج مانگتا کام آنوری ناری -

مطلب دو ہے کایہ ہے کہ تن ہی عرض و لغز و فہ کیا جائے

یہ چار آدمی مانتے ہی نہیں۔ ایک تو قرض وصول کرنے والا۔ دوسرا

راجہ۔ تیسرا فقیر۔ چوتھی شہوت پرست عورت -

(۱۸۸) ابرج گرج مانے نہی، رہیمن ارجن چاری (۱۸۸)

جیوں لہو دمن مانگن گئے، پاراسر کے نا ج -

آگے پرے رحیم کیس مانگی جات سچی لاج

جون لہن مانگن گئے پاراسر کے نا ج

مطلب دو ہے کایہ ہے کہ برا وقت آنے پر شرم کو چھوڑ کر مانگ

پرتا ہے۔ جس طرح لہن جی کو باز جی کے پاس مانا ج مانگنے کے

لئے جانا پڑا تھا -

لہن جی راجندر جی کے بھائی جو مشہور ہیں -

بیسا ز پر کشہ جی کے بیٹے تھے۔ جنہوں نے (۱۸۸)

پران بنائیں -

(۲۰) آدر دتے نرس دیا، بسو رہے کچھ ناہی۔ (۲۰)

جو رھیما کو تین مینو دیا جو کجیاں جاگ ساہی۔

آدر گھٹے نہیں دیا، بسو رہے کچھ ناہی،

جو رحیم کوٹن سٹے دیا، چوٹ جاگ ماہی

مرطلب دو ہے کایہ ہے کہ راج کے پاس رہنے سے عزت  
گھٹتی جاتی ہے اور پاس کچھ نہیں رہتا۔ اور اگر کروڑوں کی دت  
سٹے تو بھی دنیا میں ایسی زندگی پر نیت ہے۔

(۲۱) آپ نہ کاہو کام کے، ڈار پاات فٹل فٹل۔ (۲۱)

اور نہ کو روکت فیرے، رہیں نہ پڈ بھول۔

آب نہ کاہو کام کو ڈار پاات چل بھول

اور نہ کو روکت پھریں رحمن پیر بھول

مرطلب دو ہے کایہ ہے کہ آپ تو کسی کام کے نہیں۔ نہ ڈالی

نہ پھیل نہ بھول نہ پتے۔ کوئی چیز بھی کار آمد نہیں۔ لیکن ہاں دوسروں

کو روکتے ضرور ہیں۔ یہی حال برے لوگوں کا ہوتا ہے۔ بچے خاندان

کے ان کا نقصان کرتے ہیں۔

نماں رحیم کے زمانہ میں ملک کا رواج نہ تھا۔ ایفون کے رس

اور بھول کہہ پتوں سے بتائی جاتی ہے۔ بھول کی پھیلی سے لڈو بتاتے

ہیں اور اس کے گوند سے بھی لڈو بنتے ہیں۔

(۲۹) उरग तु रंग नाही नृपति, नीच जाति इशियार ।

रहिमन इन्हें संभारिए, पलटन लगे न बा ।-

اورگ۔ ترنگ۔ ناری۔ نروچی۔ پیچ جات تیار۔

رحمن! نہیں سبھا ریے پلٹ لگے نہ بار

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ سانپ۔ گھوڑا۔ عورت۔ راجہ

پیچ ذات اور تھیوار! نہیں مہینہ سنبھال کر رکھنا چاہئے۔ کیونکہ ان کے

پلٹنے میں دیر نہیں لگتی۔ سانپ اکثر دیکھا گیا ہے کہ سانپ پالنے والے

کئی موت سانپ کے کاٹنے ہی سے ہوتی ہے۔ گھوڑا اکثر آپ نے دیکھا

ہوگا کہ گھوڑا سوار کو لے کر الٹ گیا۔ عورت ہمارے ہاں شل مشہور ہے

کہ تریاچتر جانے کو لئے خصم مار کر کستی ہوئے۔ پیچ ذات کی قوم اس کے

اس کے شامل کسی داس کا ایک دوہ ہے۔

تمہی راجہ جوگی اگن جی ان کی الٹی ریت

تمہی ان چار ج سے تہوری پالے پریت

۔۔۔۔۔

(۲۲) اُتار جاہی کیرن سوں اُتھ بھرتا ہی کاںسی (۲۲)

تھو رہی مں سورن دس سبے، بھرتا ایک ہی کاںسی ۱۱۔

اوگت چاہی کرن سو اتھوتہ، تھیں کاںسی

تیوں ریم کھو دکھ سبھی برست ایک ہی بھاتی

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ سورج جس طرح اپنے کروں سے  
صبح کے وقت نکل کر لوگوں کو روشنی دیتا ہے اسی طرح وہ انہیں کرنوں  
کے ساتھ غروب ہوتا ہے۔ اے ریم اسی طرح سکھ اور دکھ  
بھی آتے اور جاتے ہیں۔

(۲۳) ایک اُتر دو چوچ ہے، پٹھی ایک کورنڈ (۲۳)

کھ رہی مں کسے سے اُجیو جودے جودے دو پیڈ ۱۱۔

ایک اُور دو چوچ ہیں۔ بچی ایک کورنڈ

کبھی ریم کیسے جئے جئے جئے دو پیڈ

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ انسان شاہ اس پرند کے ہے  
جس کی دو چوچ ہوں۔ انسان خوشی اور رنج کی ٹھوکروں میں اپنی  
اپنی زندگی بسر کرتا ہے تو شاعر کہتا ہے کہ کیسی مشکل کی بات ہے۔

(۲۴) اُکے ساڈھے سب سڈھے، سب ساڈھے سب جاڈا (۲۴)

رہی مں مولاہی سیانچو، کھلے کھلے اُتھایا ۱۱۔

اک سا دھجے سب مد گئے سب سا کو سب جائے  
 رحمن مول ہی سچھے بوچھو لے پھلے اٹکائے  
 مطلب دوسرے کا یہ ہے کہ ایک کام کے کرم سے وہ کام پورا  
 ہوتا ہے اور ایک ساتھ سبھوں کے کرنے سے ایک جی پورا نہیں ہوتا۔ جیسے  
 کسی جھاڑ کی جڑ میں پانی ڈالنے سے پھل پھول سب سرسبز رہتے ہیں۔

(۲۹) एरहीम हर हर फिरहिं मांगि मधुकरि र बांछि

चारो चारी छोडिये, वे रहीम अबनहिं ॥ -

یہ رحیم و در پھر ہی مانگ مدھو کری کھائیں

یارو یاری چوڑ دو و رحیم اب ناہیں

مطلب دوسرے کا یہ ہے کہ رحیم گھر گھر مانگتا ہوا پھر رہے اور رویا

مانگ کر کھاوے۔ یار و اب ساتھ چوڑ و اب رحیم دینے کے لائق  
 نہیں ہے۔

مدھو کری مرکب ہے لفظ مد (شہد) کری۔ کر نیے والی

یہ دونوں لفظ مرکب کا مدھو کری بنتے۔ مدھو کری مانگنے والا یعنی۔ مٹھی

چمیز رکھنا (مانگتا ہوا پھرتا ہے۔ ہندوؤں میں اور خاص کر دکن کے لوگوں

نے بعض ایت جن کا کہنی نہ ہو اسی طرح بھیک مانگ کر گزر کرتے ہیں

ان کا سوال یہ ہوتا ہے۔ اوم تمکشا نو۔ اور بعد ان یعنی بھیک پر گزرا

کرتے ہیں۔ یہ موجودہ زمانہ کی تنگ دستی کا سبب ہوئی ورنہ پُرانے زمانہ میں بادشاہان وقت کچھ زمین اپنی ریاست کی ایسی چھوڑ دیتے تھے کہ بو اور کھاؤ۔ ریائیں زندہ تھیں تو ان لوگوں نے مٹی زمین چھوڑ رکھی تھی۔ جس کو سال باٹھ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ سال باٹھ یعنی مدرسہ کا حصہ ناندر ضلع میں وہ زمین جو پولیس اسٹیشن ہوز عثمان نگر کے تحت ہے وہ زمین سابق میں سال باٹھ ہی کہلاتی تھی۔

(۲۶) (۲۷) (۲۸) کام بڑھ کرے تو ن بڑا ہی ہو ی۔ (۲۹)

उद्यो रहीम हुनमंत को गिरधर कहै न कोय ॥-

اوچھے کام بڑے کریں کون بڑا ہی ہوئے

جون رحیم نہنت کو گر دھڑ کبے نہ کوئے

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ چھوٹا آدمی بڑے کام کرے تو نبی

بڑا پن نہیں ملتا۔ جیسے ہنومان جی کو کوئی گر دھڑ نہیں کہتا۔

واقویہ ہے کہ جب راون کے ساتھ یدھو میں لپٹن جی کو مورچھا

آگئی تو مشورہ ہوا کہ سر جیون بوٹی لائی جا لیجے۔ اور اس کام کو ہنومان جی

کے سپرد کیا گیا۔ یہ اس بوٹی کو نہیں پہچانتے تھے لہذا اپنا بڑا اٹھالائے

اور دوسری بات یہ بھی کہ حضرت نوح کی طینانی کا اس طرح ذکر تو نہ ہو

اتحاد میں نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ مگر غیر ہنولی بات کا

ہوتا ہندوستانی کتا بوں میں بھی ہے۔ جب یہ بارش تھہرائیں ہوئی تو لڑکھن جی  
نے گورو من پہار کو اپنی جھنگلی پراٹھا لے اور تھہرا کے بارش جن میں اسکا  
وجہ والا بھی شریک تھے ان کو اس طوفان سے بچایا۔ ایک گیت ہے  
وہ یہ ہے کہ۔

چمپا میں پتہ بھوج۔ بیلاس بہاری  
گل لال میں۔ ادھار پاری ہے تیرے منوں میں گزرا دھار پاری

(۲۷) अंजन दियो तो किरकिरी सुरमा दियो न जाय ।

जिन आंखिन सो हरि लख्यो रहिमन बली बलि जाय ।

انجن دیو تو کر کی کریم دیو نہ جاے

جن آنکھن سوہری نکھو تن بی بی جاے

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ انجن (کاجل) تو آنکھوں میں دیا جاتا ہے

اور سہری بھی آنکھوں میں دیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اس سے زیادہ تیر ہوتا ہے

جن آنکھوں نے جھگو ان کو دیکھ لیا جن ان پر سے شام ہو جاتا ہے۔

(۲۸) अंतर दाव लगी रहे धुनां न प्रगटे सोय ।

कै जिस जाने आपुनो कै जा सिर बीती होय ॥

انتر داؤنگی رہے دھواں نہ پر گئے سوے

کے جسے جانتے آپنے کئے جا سیر ہوتی ہوے

” مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ اندر سے آگ لگی ہوئی ہو مگر مشروط  
یہ ہے کہ دھواں نہ نکلے۔ جانے تو وہ جانے جس کو اندر لگی ہو یا جس کو  
اس کے پہلے لگ چکی ہو۔

اس کے معادل ایک ایرانی شاعر نے کہا ہے۔

مراد دیت اندر دل اگر گویم زبان سوز  
وگر دم کشم اندر ترسم کہ منفر استخاں سوز  
جس کا ترجمہ نظم نے یوں کیا ہے۔

آہ کروں تو جگ نہ ہے اور چپکے لاگے گھاؤ  
ایسی کٹھن سینہ کو کس بدھ کروں اپاؤ

(۲۹) کدھکی، سیپ، بھجنگ، سوبھ، سواتی ایک گوت تینا

” — جیسی سنگت بٹھئے قیسے ہی بھپس دین

کدھکی سیپ بھجنگ بھو۔ سواتی ایک گن تین۔

جیسی سنگت بٹھئے قیسے ہی بھپس دین

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ یہاں پر کیلا سانپ اور سیپ

ان تینوں کا مقابلہ کیا گیا۔ جینھ تو یہی جگ پرستا ہے مگر ابر نیسان

کا برسا ملحد اثر پیدا کرتا ہے۔ کیلے سے تو کپور پیدا ہوتا ہے۔ اور

سیپ سے موتی پیدا ہوتا ہے۔ اور سانپ کے منہ میں گرے تو زہر



نتیجہ اس کا یہ ہے کہ تخم تاثیر صحبت اثر۔

جہاں گنجر شراب کا بہت عادی تھا اس نے اپنی سلطنت نور جہاں کے ہاتھ شراب کے عارضہ میں بیچ دی۔ مہیا بادشاہ ہوتا ہے ویسے ہی شاعر بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ نظیر ہی کا ایک شعر ہے اور وہ یہ ہے۔

تاک را نگہدار اے ابر نیماں در بہار  
تا قطرہ می تواند چہرہ اگوہ شد

تاک کے معنی انگور کے ہیں۔ فارسی شعر کا یہ مطلب ہے کہ آے ابر نیماں تو انگور کی پرورش کرتا کہ اُس سے اچھی شراب کھینچے۔ اور موتی کا بنانا چوڑو دے۔ اس شعر کے اوپر کہا جاتا ہے کہ جہاں گنجر نے ایک لاکھ روپیہ شاعر کو دیا۔

سُور و اس نے بھی ایک دوہا اسی ضمن میں کہا۔

سیب دید کہہ تا بھیو کرد ہے بھیو کیہور۔  
آہی بین گیو تو و ش سکت گو بھیل سُور

مطلب اس کا یہ ہے کہ سیب میں گیا تو موتی بنا اور کیلاں گیا تو کھجور بنا اور سانپ کے مزے کیا تو زہر بنا۔

(۳۰) कमला धिर न रहिम कहि, सम्वत अधमजे कोय  
प्रभु की सो आपनो कहै क्यों नफजीहत होय ॥ -

کملہ تھمر نہ جیسیم کہیں نکشت اور صمیم جو کوئی  
 پر بھوکے سو اپنی کہیں کیوں نہ درگت ہوئی  
 مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ نکشتی (دور) ایک جگہ پر رہنے  
 والی نہیں ہے پھر جو اس پر بدلتی کرے یعنی اسے نظر بد سے دیکھے  
 تو گناہ ہے اور سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ نکشتی و شنو کی عورت ہے اُسے  
 اپنی بنانا چاہے تو گناہِ عظیم ہے اور اس کا نتیجہ بُرا کیوں نہ ہو۔

(۳۱) कमलाशिर न रहीम कहि यह जानत सब कोय।

पुरुष पुरातन की बधू कयो नचंचरु होय ॥—

کملہ تھمر نہ جیسیم کہی یہ جانت سب کوئے  
 پرش پُر اُن کی بدھو کیوں نہ چلیں ہوئے  
 مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ نکشتی ایک کر کہیں نہیں رہتی یہ سب  
 ہی جانتے ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ ضعیف آدمی جو ان عورت ہوتی ہے  
 وہ کیوں نہ چلیں ہو۔

و شنو جی ضعیف ہیں اور نکشتی اُن کی بوی جوان ہیں تو پھر اس کا  
 نتیجہ ہونا لازمی ہے کملہ نکشتی کو کہتے ہیں دولت۔

(۳۲) कहत निपू गनडी दिना रहमन अपन जोय।

मानो ठेरत उजारे रहे रमा को कोय ॥—

کہتے ہوں گٹھری دنا رحمن اپنا جوئے

ماٹوڈھیرت اجترے دے ماں کو کوائے

مطلب دو ہے کایہ ہے کہ جب کوئی وصف نہ ہو کوئی مہتر نہ ہو  
اور یہ سمجھے کہ میں بڑا دانشمند ہوں تو یہ ایسی نظیر ہے کہ جیسے کوئی جھاڑ پر  
چڑا کر ٹھکڑے کہ میں ایسا بیوقوف ہوں کہ جس کی تشبہ نہیں۔

(۳۳) کارم ہینن راہمسن لکروا دھو سے بڑے دھارچو (۳۳)

چینتال ہی بڑا لاہم کے جاگات ہے شو بھیر ۱۱-

کرم حسین جن لکھو دھننے بڑے گھر چور۔

چنت بڑا لاہم کے جاگت ہو گئی بھور۔

مطلب دو ہے کایہ ہے کہ ایک چور جو بد قسمت تھا ایک بڑے

گھر میں چوری کرنے گیا۔ یہی سوچتے سوچتے کہ کتنا مال لوٹ سچ ہو گئی۔

اس مصنف کو صورتیاً نہ طریقہ پر سمجھائیں تو یہ ہو گا کہ دنیا میں

بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن پر دل بچاتا ہے مگر اکٹھا کرنا بھی شروع

نہیں ہوتا کہ روح پر وار ہو جاتی ہے اسی لئے کسی نے کہا ہے کہ۔

کار دنیا کے تمام نکر۔ ہر چیز گیر یہ نقصہ گیرید

(۳۴) کاہی رھی سڈک دی پتے، پراگٹ ب سے دھتتہ دیو ۱۱-

تھن سنے ڈ کے سے دھو، دھگ دی پک ج رڈ دیو ۱۱-

کہی رحیم اکب دیتے پرگٹ بسے ڈتی ہوئے  
 تن ہستے کیسے دور ہے درگد یک جردوئے  
 مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ ایک دیئے سے روشنی ظاہر ہوتی  
 ہے تو جہاں ہر دو دیئے چلتے ہوں تو وہاں کی روشنی کا کیا حال  
 ہوگا۔ دیئے یعنی چراغ۔ چراغ سے مطلب آنکھیں۔  
 احمد صاحب نے بھی اپنی کتاب مسرور جہنم میں ایک دوہا  
 لکھا ہے۔

ایک دیئے لگی کی پرگٹ سے گتی ہوئے  
 سن کی نے کہاں چھپے درگد یک جان ہوئے

(۳۵) ۱۔ دیتے پرگٹ سے گتی ہوئے (۲۹)

رہی رحیم نر نیچر سوارتھ ہر

کہی رحیم یا جگت تے پریتی گئی دے سیر

رہی رحیم تر بنج میں سوارت سوارت بہر

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ رحیم لوگوں کو سداؤں (دہریاؤں)

کے کہتا ہے کہ دنیا سے محبت چلی گئی اور وہی ہلکے آدمیوں میں

آئے۔ سے وہ اپنی ہی مطلب براری کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ بے غرضانہ محبت چوقہنی جاتی رہی اب

محبت غرض کی ہے۔

زائد اب دورِ روزیوں سے دولت کو سے فروغ  
اب ہم سے قدر وائی عِسم و منہر لگئی۔

(۳۶) کبھی رہی م سंपति सगे, बन्त बहुत बहुरीत।

बि पति कसौटी जे कैसे, ते ही सचे मीत ॥-

کبھی جیم پتی سگے بت بہت ہو ریت  
پتی کسوٹی جو کسے تے ہی سانچے ریت

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ دولت کے بہت سے ساتھی ہو جاتے  
ہیں اور بہت طریقوں سے رشتہ دار بن جاتے ہیں۔ مصیبت کی  
کسوٹی پر کسے جانے پر جو پورے آئیں وہی بچے دوست ہیں۔  
سعدی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ۔

دوستاں باشند کہ گیر دست دوست  
در پریشاں حالیو در ماندگی۔

(۳۷) कइ, रहीम केतिक रही, केतिक गई बिहाय।

भाया समता मोड़ परि, अंत बले प्रछिताय ॥-

کہو جیم کیتک رہی کیتک گئی بہاے  
مایا مٹا سواہ پری۔ انت پئے پچھتاے



ہن سکتی ہے :-

(۷۰) کاغذ کو سو پورا سہجہ میں ڈھلجائے :-

رہیمت یہ اچرچ کھو سو ہو کھو نچت پائے

کاکت کو سو پورا سہجہ ہی میں ڈھل جائے

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ تنگ کی نیش دیتے ہوئے رحیم

کہتا ہے کہ ایک کاغذ کا پتلا ہے پانی میں تو وہ گھل جاتا ہے۔ مگر مگر  
میں چڑھا چلا جاتا ہے یہی بات ہے۔

(۷۱) کاغذ پر کچھ اور ہے، کاغذ سے کچھ اور :-

رہیمت بھنری کے بھنری ندری سیرا بھنری

کاغذ پر ہے کچھ اور ہے کاغذ پر ہے کچھ اور

رحمن بھنری کے بھنری ندری سیرا بھنری

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ وقت ضرورت کچھ اور بات ہے

اور کام بھننے پر کچھ اور بات پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی نیش یہ ہے کہ

موجود شادی کے وقت میں خوشی کے سر پر باندھا جاتا ہے تو شادی

اس کی بہت حفاظت کرتے ہیں اور جب شادی ہو جاتی ہے تو اسی کو

ندری میں بہا دیتے ہیں۔

(۴۲) کامن کاہو ابڑی مول رہیمن لہڑ ۱۔ (۴۲)

بازوڑے بازو کو سہی چارہ دے ۱۱۔

کام نہ کا ہو آوے نہ مول رحمن کو

بازوڑے بازو کو صاحب چارہ دے

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ وہ بازو جس کا بازوڑے گیا ہے

نہ کوئی اس کو خریدتا ہے اور نہ کھانے کو دیتا ہے اس لئے وہ کا آواز  
نہیں۔ مگر ایک خدا ہی ہے جو ایسے پرند کو بھی کھانا دیتا ہے۔

اس کے حامل ایک درہائلی داس کا ہے اور وہ یہ ہے۔

اجنگہ کریں نہ چاکری پچی کرے نہ کام

داس کبیراؤں کہے سب کے داتا رام

(۴۳) کاہ کروی بے کونٹ لے کت پ بھٹک کی छाड़ ۱۔ (۴۳)

رہیمن داس سو ہا بنو جو گال پیل سبھاہ ۱۱۔

کاہ کریں بھٹک لے کلپ درجہ کی چھا میں

رکشن داکھ سوہا و نو جو کل تیم باہین۔

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ کلپ درکش (کہا جاتا ہے کہ شہت

میں ایک درخت ہوتا ہے اور اس جس قسم کا پھل مانگا جائے دے گا)

تو اے رحیم کلپ کی چھاؤں میں بیٹھ کر کیا کریں اور اس درخت کو لیکر



کیا کریں۔ مجھے تو انگوڑی کی سی پیاری معلوم ہوتی ہے جس کے منہ و نئے  
میں اپنے پیکار کے ہاتھ گردن میں ہیں۔

عمر خیام کا ایک شعر ہے۔

ہر آنکس کہ نیم نامے دارد یک از بہر نشت آستانے دارد  
نہ خادم سس بوندہ خدمت کسے کچا گوشا دہری با کہ خوش جہانے دارد  
اردو شعر بھی پیش ہے۔

نصف ردی ہو پاس کھانگو رکھتا ہو پیرا، بیٹھنے کے واسطے موجود ہو آگستان  
خود نہ خادم ہو کسی کا اور نہ جو خدمت ہو، اس سے کہہ دیجی خوشی سے تیرا اچھا ہو

(۴۴) کاہ کامری پا مری جاڈ گاؤ سے کا ج (۸۸)

راہم لہ بھو بھو تار ڈاؤ، کسے یو میلے اننا ج۔

کاہ کامری پا مری جاڈ گئے سے کا ج

جمن بھوک بتائیے جیسے ملو انا ج

مطلب دو ہے کیا ہے کہ کافی کسین سے اس کو حقارت کی  
کی نظر سے مت دیکھو۔ یہی تو جاڈ اور کرتی ہے بھوک کے کو کھانے سے  
غرض۔ انا ج کے اچھے میرے سے کیا سم دکار۔

(۴۵) کھٹیل ت ساگر ہی م کاہی سا بھو بھو چلے ناہی (۱۵۹)

جیو سہا سہا کرے اور جیو سہا جاہی۔

کٹن سنگ تہیم کھی سادو پچتے نا ہی ۔  
 جیوں نینا نیا کریں ار ج اٹھتے جا ہی ۔  
 مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ حیم کہتے ہیں کہ بد خصلت آدمیوں کی  
 صحبت میں پڑ کر سادو بھی نہیں بچ سکتا جس طرح سے آنکھوں کے  
 اشارہ کرنے پر ان کی پکس ہونے کی وجہ سے دل اس کا بے قابو  
 ہو جاتا ہے ۔

اس کے فائل یا سادو ہوؤں کے متعلق ایک شعر ہے ۔

دیکھا جن یار طبیعت محسوس گئی  
 آنکھوں کا تھا قصور چھری دل پہ لگ گئی

(۷۶) کیسے نیبہ ہے نیبہ لک جنن کر سب لک سوں گور ۱ (۷۶)

رہی منن بنسی ساگر ویسے کر ت مگر سوں بے رہے ۱۱

کیسے نبل جن کری سبن سوں گور

جنن ہی ساگر و تہ کرت لک سوں بے رہے

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ طاقت والوں سے دشمنی کر کے

مادہ ہریت پیدا کر کے کیسے بھلاؤ ہو سکتا ہے نبل مشہور ہے کہ  
 پانی میں رہتا اور مگر سے دشمنی ۔

(۸۶) کوڈ رہیم جانی کاہو کے دھار گئے پاٹھیا ۴۶)

سہ پتی کے سب جات ہے سہ پتی سب کے لئے جات ۱۱

کو رجم جانی کاہو کے دھار گئے پھٹاے

سہ پتی کے سب جات ہے سہ پتی کے لئے جات

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے دروازے پر

پہنچنے پر اس بات کا رنج نہ کرے۔ کیونکہ دولت کے پاس سب ہی جاتے ہیں اور مصیبت سب ہی کو بجاتی ہے۔

(۸۷) کوٹ بڈھ جلاذی ملتی د گان نام مو دھی ۱۱

کہہ کی پرمہتا نہ ہن غنڈی پر دھار گئے رہیم ۱۱۔

کون بڑائی جلدی ملی گنگ نام ہو دھیم

کبھی کی پر بھوتا نہیں گھٹی پر گئے رحیم

مطلب رو ہے کا یہ ہے کہ دریا سے ملنے پر گنگا کو کون سا بڑا

نصیب ہوا بلکہ اس کی غلت کم ہوئی۔ یعنی اس کا نام گنگ ہو گیا۔

دوسرے کے گھر جانے پر کسی کا بڑا بن نہیں رہتا ہے۔

(۸۸) رورچ بڈھو ۱۱ دھار دھارو ۱۱ نپتی ۱۱ نپتور ۱۱ مات کی ۱۱

کاہو رہیم کے سے جیم دھارو ۱۱ جلی کی ۱۱

کشمیر کے بڑے سوار جیم دھارو ۱۱ جیم دھارو ۱۱ جیم دھارو ۱۱ جیم دھارو ۱۱

دوہے کا مطلب یہ ہے کہ خرچ بڑھ گیا آدمی کم ہوئی اور بادشاہ  
بھی ناخوش ہوئے۔ اب رحیم جئے تو کیسے جئے۔ اس کی مثال تو ایسی ہوئی  
جیسے تھوڑے پانی کے اندر مچھلی۔

(۷۰) رबीرا सिर ते काटिए मलिनत नमक बनार्थी।

रहिमन कहाँ मुसबन को चाहित इहे सजाया

कहिरा भरते काँटे मित नमक लगाए

رحمن کروئے سکھن کو چھیت ای ہے سجایے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کھیرے کو سرے کاँٹے اور نمک

لگا کر بیٹے جو بدگوہوں اور ان کے بیٹے ایسی ہی سزا ہونی چاہئے۔

(۷۱) रेवेर रबून खांसी रबुसी बेर प्रीती महपान।

रहिमन दाबेना दबै जानत सकल जहान ॥

कहिरा खून कहाँ खोखी बिरिनी मरि

رحمن دبا دے پائے دے پائے چات شکل جہاں

دوہے کا مطلب یہ ہے کہ کھیرے کا رنگ خون۔ کھیرے۔ شراب

اور دشمنی اور محبت چھپائے سے نہیں چھپی یہ سب لوگ ہی جانتے ہیں۔

خون کے متعلق امیر دیاؤی کا ایک شعر ہے کہ۔

خون ناک کسیر چھپتا ہے چھپا دے سے امیر را کیوں میری نش پھٹے میں دودھ دامن دلا

قریب ہے درخت شہر سے گناہ کا خون کیونکر ۔  
 زبان بخر جو چپ رہے گی نہ پکارے گا آستین کا  
 مدد کے متعلق ایک دوہا ہے ۔  
 کہ چھپ سب نہ رہی ہو کہ درگن دیو سب کھائے  
 اب بن اُنک چھن بھنہ رہو نہ جالے  
 سرور ہی کی کیفیت چھپائے سے نہیں چھپتی ۔ ضرور آنکھوں میں  
 کچھ اُس کی کی رگت آ رہی جاتی ہے ۔

(۷۲) गरज आपनी आपसों रहिमन कही न जाया

۔ جیسے کال کی کول بڈھو गर घर जाल लजाया ॥

گرچ آپنی آپ سو دشمن کی نہ جیسے

جیسے کل کی کل یہ صوبہ گھرجات ایجاے

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ اپنی غرض وہ خود نہیں کہی جاسکتی۔

جیسے ایک خاندان کی عورت دوسرے گھر پر جانے کو شہرتی ہے ۔

(۷۳) रहि सरना गति राम की भवसगर की नाथ

رہیمن جگال اوڈار کر اوڈر ن کدھک اُپاया ॥

رہی سرنا گتی رام کی بھوسا کر کی ناو

جتن جگت اڈار کر اور نہ کہو ایا و

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ اسے رحیم بھگوان کے قدموں پر  
جا کر گریں اس لئے کہ دنیوی کشتی کو اس دریا سے پار کر نیوالے وہی ہیں  
اور انہی کے ذریعہ سے دنیا کو تو پار کر سکتا ہے۔ اس کے عوا کوئی اور  
طریقہ نہیں ہے۔

(۵۴) गूढ ते लेतरहीम जत सलिल कूप ते काहि ॥

کھپتو سے کہو ہو تہا ہمن کاہ کوہی ॥  
گن تے ریت جیم من سلس کوپ تے کاڑی

کوپ ہوتے کہوں ہوتے ہمن کوں کو باڑی

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ نہر نہر لوگ اپنے نہر سے دھن  
مائل کریتے ہیں جس طرح سے لوگ کوئیں سے پانی نکال لیتے ہیں بگر  
بعض وقت ایسا بھی ہوا ہے کہ وہ کوئیں سے بھی زیادہ سنگدست ہوتے ہیں  
اور کہہ نہیں دیتے جس سے چاہے کدای نہر نہر مائل نہیں کر سکتا۔

(۵۵) गुहला फबै रहीम काहि फबिअहि हे जाहि ॥

اور परकुच नीके लगै अनलनसेरी आहि ॥

گر تو پھیں چلن ہی پھی تی تی ہیں چاہی

اور پرکھنے لگیں انت تہری آئی

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ وہ شخص جو اسے معلوم ہوتا ہے

جن کے گھرانے میں ہوتی ہوئی آئی ہے۔ مثال اس کی یہ بنے لہ  
پتانی کا ابھارا سی جگہ اچھا معلوم ہوتا ہے جہاں معلوم ہوتا ہوا چلا آیا  
اور اگر دوسری جگہ یہ ہو تو وہ رسولی معلوم ہوتی ہے۔

(۵۶) چاراپیارا جگت میں خالا ہیت کر لے یا (۵۷)

— ज्यों रही स आरा लगे ह्यों मृदंगा स्वर देय —

چار اپیارا جگت میں چھ لاپت کرے

جیوں رحیم آٹا لگے تیوں مر دنگ سورے

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ دنیا میں کھانا پیارا ہے۔ مر دنگ کو  
جیسے آٹا لگا دے دیسے ہی سُر دیتا ہے۔ اور اکیر کے زمانہ میں ولایت  
کے ڈاکٹر آتا شروع ہوئے مکن ہے کہ بعض بیماری میں کوئی ایسی دوا  
لگائی گئی ہو یا باندھی گئی ہو جس سے چھ لایا گیا ہو اور وہ تکلیف دور  
ہو گئی ہو۔

مجھے ہدایت خود اس کا ہنر ہے کہ میرے بائیں پیر میں کچھ درد تھا  
اس کے لیے لگھنے کے اوپر جلاؤ نہ کی پٹی باندھی گئی اور وہاں چھ لایا گیا  
اور وہ چھ لاپت بھی۔ سے کتر دیا گیا۔ اور میرے پیر کا درد جاتا رہا۔ مکن ہے  
کہ شاعر کا خیال بھی اس طرف گیا ہو۔

چاہ گئی پتہ بٹنی سن ہوا یہ پرواہ ہو جن کو کچھ نہ چاہے کھانا تو بخشہ شاہ

”مطلب یہ ہے کہ خواہش چلے جانے سے نگرہی چلی جاتی ہے۔ پھر  
تو من بے پردا ہو جاتا ہے اور جن کو کچھ نہیں چاہیے وہی شاہوں کے  
شاہ ہیں۔



شاہوں کی کیا بیاد فقروں کے سامنے  
مت بوریا سبج اسے مسند گدا کی ہے

(۷۷) चित्रकूट मे रामि रहै रहिमन अवधन रेस।

जापर विपदा पडत है सो आबत यहि देस ॥-

چتر کوٹ میں رہے رحمن اور وہ ریس

.. جسا پر بیتا پڑے تو آوت ہے یا ریس۔

مطلب وہ ہے کاہیہ ہے کہ رحیم خاں اور وہ کے رہنے والے

مباحثا بتائے گئے ہیں۔ یہ اکبر کے دربار کے نوٹن تھے۔ حقیقت میں ان کی

سکونت اگرہ تھی مگر چونکہ اس مضمون سے ایک بڑی چیز پیدا کرتی ہے

لہذا یہ تحریر کیا گیا۔

رحیم خاں جو اور وہ کے رہنے والے ہیں وہ چتر کوٹ میں کیوں آئے

جواب اس کا یہ ہے کہ جس وقت محبت پڑتی ہے وہ اس دیس میں

آتا ہے۔

راہچند رجبی اچو دھیا جس کو اور وہ بھی کہتے ہیں کے راہ کے بیٹے تھے



یہ اُن کو اُن کے باپ راجہ دسرتھ نے چودہ برس کا بن باس دیا۔ اس  
چودہ برس کو تکمیل پہنچانے کے لئے یہ سفر کرتے ہوئے پھرتے چترکوٹ  
پہنچے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں جو سٹ پھرت جی راجہ دسرتھ کی انتقال  
کی کیفیت معلوم ہوئی۔ اب دوسرے کا صاف مطلب کہنے کے لئے یہ سمجھ بیٹھے  
کہ رحیم خاں کو راجہ رنجی کی بجگہ تہا دیا گیا۔ اس لئے کہ جب جہانگیر کا  
عتاب ہوا تو یہ بھی چترکوٹ پہنچے تھے۔

دوسرے کا پہلا مصرعہ راجہ ریان کا ہے اور اس تحریر کی وجہ یہ  
ہوئی کہ رحیم خاں جب کنڈوال ہو گیا تو اُن سے روپیہ طلب کیا۔ انہوں نے  
ایک لاکھ روپیہ بھیجا۔ وہ لیکر آیا۔ لاکھ روپیہ اس سواری کو دیا گیا۔  
مخفیہ مباد کہ سوال یہ تھا کہ جب لوگوں نے اُن سے خیریت مانگنا  
نہیں اچھوڑا تو رحیم خاں سفید ہو پا پڑا۔

یہ رحیم دروہ پھر وہ کتاب دیکھ کر رکھا ہے  
یہ روایہ بھی اچھوڑ دو۔ یہ رحیم دے ائے  
اس کو سن کر تیر نے جواب دیا کہ۔

رحمن دان اور درتہ نہ جانے دے جو تک  
جیوں ہر دن سو گھا کرے کنواں کھداوت لوگ

اس کا مطلب یہ ہے کہ خنی کنڈا ہی کنڈال ہو جائے مگر پھر بھی وہی

قابل مانا جاتا ہے ۔

نسا ہے آپ نے کہ جب ندی ٹوٹ جاتی ہے تو اس میں چھوٹے کھنڈ  
میں اور پانی لیتے ہیں ۔ بہر کیف ایک لاکھ روپیہ جو ریلوے کے راجہ نے بھیجا  
تھا وہ اس فقیر کو دیدیا اور پھر باخود فانی ۔ یہ ہندوستان کی سخاوت کی  
ایک چھوٹی نظیر ہے ۔ جب ایسے دانی ہندوستان میں تھے جیسی ہندوستان کو  
غیر ملک کے لوگ سونے کی چڑیا کہتے تھے اور اب بھی جن لوگوں کے دانت  
ہندوستان پر لگے ہوئے ہیں ۔ سونے کی چڑیا کہہ کر ہی لگے ہوئے ہیں ۔

اب یہ ایک لاکھ روپیہ دیکھو آگے بڑھے تو ایک بھڑ بھڑا ہوا  
بھون رہا تھا ۔ بھڑ بھڑا ہوا غم خاں کہ نہیں جانتا تھا کہ یہ کون شخص ہے  
رحیم خاں نے اس سے کہا کہ بھئی میں تو کر رکھ لو ۔ تو اس نے کہا میرے  
پس کیا کام ہے ۔ بھڑ بھڑا ہوا غم خاں کہ بھون سکتے ہیں تو بھڑ بھڑا  
سچیت سب کچھ کراتی ہے ۔ بھڑ بھڑا ہوا غم خاں کہ بھئی میں تو کر رکھ لو ۔  
ریوان کے راجہ کا گزر ہوا ۔ ان کو حیرت ہوئی کہ ایک لاکھ روپیہ لیکر  
بھئی بھڑ بھڑا ہوا ہے ۔

سوال کیا ۔ جا کے میراں بھڑا کس جھوٹ بھڑا

مطلب اس کا یہ ہے کہ جس کے ہر اس بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا  
بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا

ریاست کی تنظیم کی اس پر بھی ذمہ داری تھی یا یوں کہئے کہ ایک لاکھ روپیہ اتنا بھاری وزن ان کو دیا گیا تھا پھر بھی بھاڑ جھونکتے ہیں۔ راجہ کو اس بات کا علم نہ تھا کہ جیسا روپیہ لیا ویسا فقیر کو دیا۔ تو پھر اوپر کے مصصرع کا جواب رحیم خاں نے یوں دیا۔

رحمن اترے پار بوجھ سے اس جھونکت بھار

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ کہ حاصل کیا تھا وہ دیدیا اور بوجھ سے ہلکے ہوئے اور اس کی یہ بھاڑ جھونک رہے ہیں کہ کچھ مل جائے۔ اسی بیٹائیں سب بڑے لوگوں میں ہیں۔ الفریڈ دی گریٹ ڈچ لوگوں سے شکست پا کر ایک جزیرہ میں پناہ لی۔ جب یہ اس جزیرہ کے ایک شخص کے پاس گیا اور کھانے کے لئے مانگا تو اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ لوائیکسٹا اور بہان آگیا۔ بیوی بگڑی اور کہنے لگی کہ تمہیں بہان نوزی سے فرصت نہیں۔ اور یہاں کھانا انتظام نہیں اسے کچھ کام لیکر اس کو کھلاؤ تو اس نے الفریڈ سے پوچھا کہ آپ کو رسی بٹنا آتا ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں پھر اس نے کہا کہ ٹوکرے بنانا آتا ہے اس نے نفی میں جواب دیا۔ پھر اس نے کہا کہ دودھ پھونکنا آتا ہے پھر کہا نہیں۔ وہ نہ توہرے کرنا اور اپنے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھو ایک انسان اس کو دوا تو ہے یہی دوا پاؤں پر ہے۔ آنکھ میں ناک ہے۔ کان ہیں مگر یہ کیا آدمی کہ نہ

رسی بٹاتا ہے نہ تو تو کو! ہٹا آتا ہے نہ دودھ سچوڑنا آتا ہے۔ اس نے  
 اپنی بیوی سے کہا کہ خیر بیوی ایسے پانچ لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں۔  
 جن کو کوئی کام نہیں آتا۔ رات کی رات تو کھانا کھلا دو کل دیکھیں گے  
 خیر وہ عورت اس کو رہنے دی۔ پراں کا بستر بنا دیا اور کہہ گئی کہ اگر کڑا  
 پر روٹی سیکہ ہی ہے خیال رکھنا کہ جل نہ جائے اٹھتے پٹھتے رہند میں  
 دودھ سچوڑ کر لاتی ہوں۔ یہ تو دودھ سچوڑنے لگی اور بادشاہ اپنے  
 سلطنت کے خیال میں ایسا محو ہوا کہ روٹیوں کی خبر نہ ہوئی۔ جب وہ  
 دودھ سچوڑ کر واپس آئی تو دیکھی کہ روٹیاں جل کر خاکستر ہو گئیں۔  
 اس نے گالیاں دینا شروع کی کہ نہ تو کرنا آتا ہے اور نہ دودھ سچوڑنے  
 آیا تو کیا روٹی بھی الٹ پلٹ کرنا نہیں آتا ہے۔ جاؤ اب کھانا نہیں  
 ملتا۔ بادشاہ آفسوپی کر رہ گیا۔ مرد آیا تو کھلانے کے متعلق پوچھا تو اس  
 کی بیوی نے کبھی تو یہ دیکھو روٹیوں کو جلا کر رکھا۔ اس نے کہا کہ  
 بیوی یہ کسی پر عاشق ہے۔ میں بھی جب تمہاری محبت کا پروانہ تھا  
 تو میری ماں نے کڑی کی منڈی کے پاس بٹھایا اور کہا کہ دیکھ یہ  
 اُبل نہ جائے۔ میں تو تمہاری محبت میں پنجبر وقتا کڑی اُبلتی  
 آئے میں ماں آئی اور دیکھا کہ آدھی سے زیادہ منڈی اُبل کر رہ گئی  
 ہے تو مجھے بہت مارا۔ لہذا یہ کسی کے محبت میں بٹلا ہے معاف کرو

کھانا دیدو۔ خیر یوں تیوں صبح ہوئی۔ الفریڈ کا سپہ سالار دھونڈتا ہوا یہاں پہنچا۔ اور بادشاہ کو کھڑا ہوا دیکھ کر قدبوسی حاصل کی اور زچ لوگوں کو شکست دینے کی خوش خبری دی اور کہا کہ جہاں پناہ چلو تخت خالی ہے۔ یہ کیفیت الفریڈ کے میزبان نے سنی تو مودبانہ طریقہ پر بادشاہ سے کہا جہاں پناہ آپ تخت پر بیٹھ کر آپ کوئی سزا مت دینا وہ گنوار ہے۔ وہ مجھے جی یوں ہی کہا کرتی ہے بادشاہ کے آنکھوں سے اوس کی محبت اور سادگی پر آئسو ٹھنل گئے۔ اور کہنے لگا کہ تخت پر بیٹھ کر میرا پہلا کام یہ ہو گا کہ میں آپ کو نوازوں۔ کہنے سننے کی بات۔ یہ طریقہ تو غریبوں کے ساتھ ہمیشہ سے پرتا جاتا ہے تو اس میں عجب وہ کی کوئی بات ہے۔ یہ قصہ میں نے مثیلاً عبدالرحیم خاں خاناں کے بیٹا کو مشاہدہ کرنے کے لئے تحریر کر دیا۔ سبقتی آموزیوں میں ہے کہ لوگ حضرت سعدیؒ کے قول پر کار بند ہوں۔

ہر بیشہ گماں مبرکہ خالیست  
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

لہذا اگر کوئی سوائی آجائے تو نہ دو تو نہ دو مگر اس کے دل  
دیکھنے کی بات مت کہو یہ گناہ کبیرہ ہے۔



(۷۷) چیتا بھڑی پرے ریا توڑے پرے ریا تریا ہی (۷۸)

سگو کھنڈا پر ریا ریا کھنڈا گونہ کیا ہی۔

چنایا پر ریا کھنڈے کھنڈے پر ریا ہی

کھنڈے کھنڈے پر ریا کھنڈے کھنڈے کیا ہی

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ فکر کے وقت بدی پر کھنڈا چاہئے

اور نقصان کے وقت عورت کو پر کھنڈا چاہئے۔ اور بُرے وقت پر

سگوں کو پر کھنڈا چاہئے۔

(۷۹) دھیمہ بھن کو چاہیئے دھیمہ کو اوتپاتا (۸۰)

کا رہی مہر کو دھیمہ جو دھیمہ ماری لاتا۔

دھیمہ بھن کو چاہیئے دھیمہ کو اوتپاتا

کا رہی مہر کو دھیمہ جو دھیمہ ماری لاتا

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ چھوٹے جو ہوتے ہیں یہ چھوٹے اور

شہری ہوتے ہیں یہ انکی عادت ہے تو چھوٹوں میں شرارت ہونا چاہئے

اور بُروں میں نہان کر نیکی خاصیت۔

بھگوان ایک زبردست رشی ہوئے ہیں۔ انہیں سے بھگوان کو تم کا

نکاس ہے ان کے پورے حالات جو بھگوان کو سماچار دھیمہ سے نکلتا

ہے اس میں میں گے۔ یہ اپنی چشما میں جہاں کہہ سکتا ہے بھگوان سے

اور جنبا میں طغیانی آگئی۔ اس میں یہ بہ گئے۔ ان کو ایک مچھرا نے بال  
 ڈال کر کھینچا اور جب معلوم ہوا کہ بجائے مچھلی کے آدمی جال میں آگیا ہے  
 تو راجہ کے پاس ان کو پیش کیا۔ ان کے بعد چرن داس بھی انہیں  
 کے کل ہیں۔ اور ان کی سعادتی بلی ازان دہلی میں واقع ہے اور اس  
 کو مٹھ شاہ رنگیلے نے پانچ گاؤں دے دیے تھے۔ چرن داس نے پیٹنگوئی  
 کی قحی کو کوئی شخص مغرب سے آئیگا اور تیرے ملک کو برباد کر کے گا۔  
 تو وہ نادر شاہ آیا اور ملک برباد ہوا۔ ان کے بعد ان کی ملکہ نے حاضر  
 ہوئی اجازت چاہی۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ آپ کے آنے کی ضرورت  
 نہیں ہے۔ آپ کے آنے کی عرض کا علم مجھے ہو گیا ہے وہ یوں پوری  
 ہوگی کہ تمہارا لڑکا تخت نشین ہو جائے گا اور ادا رہی ہو۔ اسی خاندان  
 کے سلسلہ میں ہو تو تھا مگر چونکہ یہ شیر شاہ کے کمپ میں غلبہ پتا تھا اس لئے  
 اس کو قبال کہتے ہیں مگر بعد یہ ۲۲ لڑائی پٹھانوں سے کی اور اپنی ریاست  
 قائم کی۔ بانی پت پر یہ اکبر کے مقابل ہوا اور قتل کیا گیا۔ اکبر کو ان کے  
 قتل کا افسوس ہوا۔ اور کا لوڑ ریاست پٹیا لہ کا ایک ضلع ہے وہاں کی  
 قانون گوئی جس کو دکن میں گرواوری کہتے ہیں اس کے جیتے مہاپال کو  
 دے دی۔ اور اب تک اسکی منت کرتے رہے ہر لالہ اور قوم اس کے  
 خاندان میں موجود ہے۔

ہمسو کا دن جہاں کہیں بھاگ رہا ہو گویا دھبہ کو مٹاتے ہیں۔  
 بھرگو جو بھری کولات ماری اس کی وجہ یہ ہے کہ پرہیزگار و کشتنوی  
 ہمیشہ ان تینوں دلیواؤں کے متعلق رشتیوں غیروں میں مشورہ ہوا  
 کہ بتاؤ ان میں کون بڑا ہے جب کچھ تصدیق نہ ہوا تو بھرگو جگہ کے پاس گئے  
 اور ان کو نشانکار تک نہیں کیا ویسا ہی بیٹھ گئے۔ برہاجی نے ان کو  
 وہاں سے نکال دیا کہ تم بڑے بد تہذیب ہو۔ وہاں سے شکرچی کے  
 پاس پہنچے تنکرچی نے گلے لگاتے گلے لگاتے اپنے ہاتھ بڑھائے تو انہوں نے  
 ان سے کہا کہ دور رہو تم ہمیشہ مسان ہیں رہتے ہو اور مردہ کی راکھ جھپک  
 لگاتے ہوئے رہتے ہو یہ کس کر دنا فاش ہوئے اور ان کو مارنیکا ارادہ  
 کیا تو بھاگ گئے یہاں سے کشتنوی کے پاس پہنچے دتھو سوئے ہوئے  
 ہیں اور کشتنوی پر دباری ہے تو ایسے وقت انہوں نے لات ماری جس سے  
 دتھو جاگ اٹھے۔ اور دتھو نے کہا کہ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ آپ کی  
 تشریف آوری کے وقت میں سو رہا تھا۔ آپ نے اچھا کیا فکر کا فرض ہوتا ہے  
 کہ مالک کا خیر مقدم کرے آپ نے اچھا کیا مجھے جگا دیا۔ مگر انسو اس  
 بات کا ہے کہ میرے چھاتی کے روئیں آپ کے نازک پیر میں جھجے ہوں گے۔  
 یہ کہہ کر ان کے پاؤں دبائے گئے اس کے بعد بھرگو رشتی غیروں میں آئے  
 اور یہ کیفیت بیان کی۔ اب اس لحاظ کرتے ہوئے کہ دتھو باوجود اس حرکت کے





مارتے ہیں تو دونوں کو چوٹ آتی ہے

(۶۲) जब लागी बितान आपुने तब लागी म प्रकोय ॥

راہی من اُنبُج اُنبُج بِنُ رَہِ رَہِ نِہِ مِہِ ہو ۱۱-

جب لگی بت نہ آپ نے ب لگی نہ نہ کوئی

رحمن اِج امرو بوری راہن بہت ہوئی ۔

مطلب : وہ ہے کلہ ہے کہ جب تک اپنے پاس پیہ نہیں ہے تب

تک اپنا کوئی ستر نہیں ہے اوس کی نقیل یہ ہے کہ جب کنول پھول سکے بازو

جب تک پانی میں رہتا ہے تو سورج بھی اوس کی مدد کرتا ہے اور وہی پانی

سوکھ جاتا ہے تو اوس کنول کو وہ سُکھا دیتا ہے ۔ نارسی میں ایک شعر ہے

اور وہ یہ ہے ۔

خاک باش دُخک باش مِہِ یاسکِ مُردا باش

ہرچہ باشی باش لیکن اندک زردا باش

باغیاں نے آگ دی جب آشیانے کو میرے

جن پہ تیرے تھا وہی پتے ہو ا دینے لگے

(۶۳) ज्यों नाचन कठपूली कर मन चाहत गाता ॥

अपने हात रहीम ज्यों नही आपने हाथ ॱ-

جیوں ناچت کٹھ پوتری کہم نہایت گات اپنے ہاتھ ہی میں جیوں نہیں آپ نے ہاتھ

مطلب دوسرے کا یہ ہے کہ جیسے بازیگر کڑی کی پتلیوں کو بچاتا ہے  
 اُسی طرح سے ہمارے اعمال ہم کو بچاتے ہیں۔ یہ کٹ پتلی کا کمبل رات میں  
 بازی کرتے ہیں یہ پتلیوں کے گردن میں گھوڑے کی دو بایعیاں کا بال بند  
 کر اس کو اپنی ذہنی میں باندھ دیتے ہیں اور جوں جوں دُشمن کو بجاتے  
 ہوئے اونچا بچا کرتے تھے وہ پہلی ناچتی تھی اکثر یہ بال کالا ہوتا تھا۔ مگر جب کے  
 سینا اور ننگ نکلے ان لوگوں کی روزی پر پانی پھر گیا۔

دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ کہ اے قیصر ہمارے ہیں مگر  
 یہ کسی اور کے حکم پر کام کرتے ہیں اگر بُرا نہ مانا جائے تو یہ قول صادق آجاتا،  
 لَا تَطْهَرُكَ ذَاكَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ یعنی تیرے ہی بغیر حکم  
 خدا کے نہیں ہوتا۔

(۶۸) जलहिं मिलाय रहिम ज्यों कियो आपु समधी ॥

आगवहि आपुहि आप त्यों सकल आंचकी भरि ॥

جل ہی ملائے رحیم جیوں کیو آپو سم چھیر

آگ دہی آپ ہی آپ تہوں کل آنچ کی بھیر

مطلب دوسرے کا یہ ہے کہ دُودھ پانی کو اپنا جز بنا لیا تو دُودھ اُپھٹا

ہے اور ساوی حدت اپنے اوپر لے لیا ہے۔ اس طرح سے حق دوستی  
 اور کرتا ہے۔

(۶۵) جہاں گاٹ تھیں اس میں یہی بھر رہی مچھلیاں (۶۵)

مڈلے تر کی گاٹ میں گاٹ گاٹ رہا ہو سہ —

جہاں گاٹ تھیں اس میں یہی بھر رہی مچھلیاں

مڈلے تر کی گاٹ میں گاٹ گاٹ رہا ہو سہ

مطلب دو ہے کہ یہ ہے کہ جہاں گاٹ تھیں ہوتی ہے وہاں اس میں نہیں

ہوتا۔ اس مطلب کا ایک دو ہاں تھی اس نے بھی لکھا ہے۔

تھی ریت پریت کی گئے سے جا سیکھ

جاں گئے ہے وہاں اس میں یہی بھر رہی مچھلیاں

(۶۶) جال پر جال جات باہر تاجی میں نہ کو سہ (۶۶)

راہ میں مچھلیاں نہ کو تاجی میں نہ کو سہ —

جال پر ہے جال جات ہی سہ کو سہ

جہاں مچھلیاں نہ کو تاجی میں نہ کو سہ

مطلب دو ہے کہ یہ ہے کہ جب مچھلیاں نہ کو سہ کو سہ

پانی میں جال داتا ہے تو پانی مچھلی کا ساتھ چھوڑ کر جال سے باہر ہو جاتا ہے

لیکن مچھلی پھر بھی پانی کی بھرت کو نہیں چھوڑتی۔

(۶۷) جہاں رہا ہر ہیت کورے تہاں رہا ہر ہیت (۶۷)

کہاں سدا رہا ہر ہیت کورے تہاں رہا ہر ہیت —

جو غریب پریت کریں تے رحیم پڑوگ  
کہا سدا بابا پر درکشن سنا کی جوگ

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ سدا ماں جی جو بچپن میں کرشن جی کے ساتھ  
پڑھتے تھے یہ تو جہاں کے وہاں رہے اور کرشن جی دو درکاشیں جا کر وہاں  
کے راجہ بن گئے تو لوگوں نے اُن کو شورو دیا کہ آپ کرشن جی کے پاس جائے  
وہ آپ کے افلاس کو دور کریں گے مگر دوست کے پاس جائیں تو خالی ہاتھ کیسے  
جائیں۔ اس کا ذکر اپنی بیوی سے کیا۔ بیوی کہیں سے کچھ چڑوے اور دار  
ہانگ کر لائی۔ اور وہ بطور سوغات کرشن جی کے پاس نہیں کرنے کو گئے۔ خیر یہ  
گرتے پڑتے دو درکاش پونچے۔ دو درکاش کو سونے کی نگری بھی کہتے ہیں۔ خیر پوچھتے  
پوچھتے یہ ان کے مثل تک پہنچ گئے اور وہاں سے اطلاع کرنے کو کہا۔  
اور یہ کیفیت سنانے کو کہا۔

سیس لگانہ جھگاتن میں نہیں جائے کون بے کس گاواں  
دھوئی مٹی سمٹی دھوئی پاؤں نہیں اپن سے سداواں  
دو درکاش ورج درل چکرت دیکھے فتا کے دہاں  
پونچت دیں دیال کوتاؤں تہاوے اپن نام سداواں  
ہم سے ہما دیکھ پاؤں سکھیا تم اتی سکے دن کھوئے  
اپنی پرانت بہت جھوٹا نہیں نہیں کے جسدی لپک پود جوئے

دیکھ سدا ماں کے دین و شاکر دنا کر کے کرونا گت روئے  
 پھٹائے ہیں پائیں بوائیں تے گلے کنہک طال لگ رہے جوئے  
 مطلب یہ ہے کہ جب سدا ماں نے دربان کے ذریعہ سے اطلاع کرائی  
 تو دربان نے کہا کہ ایک آدمی نکھڑا ہے جس کے سر پر بگڑی نہیں اور آنگ میں اگر نکھا  
 اور پاؤں میں جو توں کی گت نہیں اور وہ ہوتی پھٹی ہوئی ہے اور کند ہے پر  
 بالکل پٹھا ہوا دوپٹا ہے آپ کو پوچھو آیا ہے اور یہ بھی دریافت کر آیا ہے کہ یہ  
 کس کا مکان ہے اس سے دریافت کرنے پر اپنا نام سدا ماں بتایا وہ اول کو لینے  
 کے لئے خود گئے اور بٹھائے لوگ ایسے پھٹے حال کا اس طرح پر خیر مقدم دیکھ  
 کر حیران رہ گئے اور چونکہ یہ تھکے ہوئے آئے تھے اس لئے اُن کے سر دھلائے  
 مگر پرات میں جو پانی تھا اس سے پاؤں نہیں دھلائے بلکہ آنکھوں کے پانی سے  
 دھوئے بڑے لوگ وہی ہیں جو نیربوں پر رحم کرے۔

(۶۰) जे रहीम बिधि बड़ किए को कहि दुषन कारी ॥

— ॥ बहू दूबरो कबरो तरु सरवत ते बाहि ॥

جے رحیم بدی بڑو کئے کو کہی دوشن کاری

چندر دوپ رد کو برتو او بخت میں باری

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ جس شکو ان نے بڑا بنایا ہے اس میں

عیب لگا کر اُسے کون چھوڑا کر سکتا ہے۔ چاند کنسا ہی دھلا اور چھوٹا ہونے پر

تاروں سے توڑ رہے گا۔

(۷۹) جے سولگے تے بھکھیا غے بھکھتے سولگے ناہیں ۱۱

راہیمن داہے پرم کے بھکھیا بھکھیا کے سولگے ناہیں ۱۱

جے سنگے تے بھجے گئے بھجے تے سنگے ناہیں

رحمن دا ہے پرم کے بھجے بھجے کو سنگے ناہیں

مطلب دوسے کا یہ ہے کہ جو سنگے ہیں وہ بھجے ہیں اور جو بھجے جاتے

ہیں وہ سنگے ہیں یہ گو محبت کی وہ آگ ہے جو جلتی اور بھتی ہے۔

غالب یہ شعر کہتا ہے۔

یہ وہ آگ ہے کہ جلے نہ جلے اور بجھائے نہ بجھے

(۷۹) جے اچل دیپک دھریو ہنرے سوتا ہی گشت ۱۱

راہیمن اہم سوتا کے پورے میٹر شمع ہے جات ۱۱

جو بجی اچل دیپک دھریو ہنرے سوتا ہی گشت

رحمن اہم سوتا کے پورے میٹر شمع ہے جات

مطلب اوہ ہے کہ جس جہور نے دیپک میں چھپایا کس سے

چھپایا۔ جو اسے جلتے کے لئے اپنے کو چھپایا ابھی اچل کے گشت سے وہ ختم ہو گیا

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بے وقت بہار دست بھی دامن ہو جاتے ہیں۔



(۷۱) جی رھی م تنن منن لیکو کیکو ہیا بیکو تے۔

تا سو دیر صبر کھن کی رھی بات اب کون۔

جی ریم تنن منن لیکو تے بیکو تے۔

ا سو دیکو کھن کی رھی بات اب کون۔

مطلب: وہ ہے کا یہ ہے کہ جس نے ہار ادا اور جسم و رپوں لئے  
اور جگہ میں جہان نے اپنے رہنے کی جگہ بنایا اب صرف دیکو کھن کی  
بات ہی کون سی باقی رہ جاتی ہے جو کہی جائے۔

(۷۲) جیسی جاکہ بھڑی ہے تہیسی کھہ بنا ی۔

تا کوں بھرو ن مانیا لے ن کھن سو جی ی۔

جیسی جاکہ بھڑی ہے تہیسی کھہ بنا ی۔

تا کوں بھرو ن مانیا لے ن کھن سو جی ی۔

مطلب: وہ ہے کا یہ ہے کہ جس کی جیسی عقل ہے ویسی ہی بات  
کرے گا اس کو برا نہ ماننا چاہیے۔

(۷۳) جیسی پیرے سو سہی رھے کھیرھی م سہی رھے۔

دھرتی پر ہی پر تھہ شیت دھرتی پر ہی۔

جیسی پیرے سو سہی رھے کھیرھی م سہی رھے۔

دھرتی پر ہی پر تھہ شیت دھرتی پر ہی۔



مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ اس دیہ پر میا بھی دکھ پڑتا ہے  
 اُسے یہ سہہ لیتا ہے زمین ہی پر جاڑ اپانی اور گرمی پڑتی ہے۔ ویسے ہی  
 انسان کے جسم کا حال ہے۔ حافظ کا ایک شعر ہے کہ  
 زریح و راحتِ رگیتی مشو غافل مر نہاں دل  
 کہ آئینہ جہاں گا ہے چنین گاہے چنان باشد

(۶۱) جیسی تو مہم سوں کری، کری جو تیرا۔ (۶۱)

باہے دین کے پریت ہوں گاہے دین رघوवीر۔

جیسی تم ہم سو کری۔ کری کری جو تیر

باڑ ہے دن کی پریت ہو گاڑ ہے دن رگھو

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ جیسا تم نے ہم سے کیا وہ سب سامنے ہے

اچھے دنوں کے تم دوست ہو اور پرانا برا ہے دنوں کا۔

(۶۲) جو اننویتکاری تینہیں لگے اُنک پرینام۔ (۶۲)

کرے اور ج اور بے چیت کتوں نہ ہو سورکھیا۔

جو انویت کری تینہیں لگے اُنک پرینام

لکھے راج اربیدیت کیوں نہ ہوئے لکھیا

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ جو ناچار کام کرتے ہیں انہیں بدنامی

کا شکر لیتا لگتا ہے جو عورتوں کے بون پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ ان کے

کلیجے کو چنید دیتے ہیں پھر ان کا منہ کا لاکھوں نہ ہو۔

(۷۶) جو غرہی میں دوسرے کدلی سو پت سو ڈیلا (۷۶)

تو رہی میں تین تین ہلے پتھ کے اپت کریلا ۱۱۔

جو گھری میں گھس رہے کہ لی پت ندیل

تو ریم تین سے پتلی تجھ کے اپت کریلا

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ کیلے کا جھاڑ بہت سدر پتوں سے پھرا

ہوا ہو لیکن گھری کے اندر گھس کر رہتا ہو تو اس سے راستہ کا کر لیا

جھاڑ کر لیا ایک قسم کا درخت ہے جس کو پتے نہیں ہوتے

(۷۷) جو پورہ پتھ تے کہہ سہ پتھ میں تہ رہی ۱۱۔ (۷۷)

پتھ تہا گی بھراٹ غرہ پرتھ ر سہا ر ہیم ۱۱۔

جو پرتھ تہا رے کہوں سمیت ملت رحیم

پتھ لاگی بیراگ گھرت پتھ ر سہا ر ہیم

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ اگر کہیں سخت محنت کرنے سے دولت

ملتی تو عظیم کو راجہ بیراٹ کے گھری پتھ کے ملے ر سہا ر ہیم نہ بننا پڑتا۔

دراویہ ہے کہ پانی پتھ کے جنگ میں جب جوئے کی وجہ سے اپنا

لنگ اپنی دولت حتیٰ کہ اپنی بیوی درو تھی کو ہار گئے تو ان کو درو (درو) پر

پس پائے دیا گیا اور میری حکم ہوا کہ دو برس اس گناہی میں گزاریں کہ الگ پتھ ہی

لنگے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں وہ ہراٹ راج میں آئے اب بھٹوانہ کا کہنا ہے  
ہے کہ ہراٹ کی وہ ہراٹ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ شوراپور کے اوس حصہ کو جو  
تدے بھال علاقہ پورا سے ملا ہوا ہے اوس کو ہراٹ کہتے ہیں۔ بہر کیف  
وہاں جا کر ارجن بیٹہ راہنا اور عظیم رسوا لئی بنائیو والا بنا۔  
خلا مدیدہ کہ دولت قسمت سے ملتی ہے محنت کرنے سے نہیں ملتی۔

(۷۷) جو بڈت کولہ کھنہ نہرہرہی مہی جہاں نہ (۷۷)

گوارتھر مہرلی تھر کہہ کھو دھر ومانت نہاں نہ

جو بڑوت کو کھو گئے۔ نہیں رحم بھی جا ہی

گر دھر مہرلی دھر کے کچھ نہاں نہ

مطلب وہ ہے کہ یہ ہے کہ جو بڑوں کو چھوٹا کہتے ہیں ان کے کہنے

سے وہ چھوٹے نہیں ہو جاتے اور نہ بڑا مانتے ہیں۔ جیسے گرد دھر پہاڑ اٹھانے

والے کو مہرلی دھر مہرلی بنسری بجا نیو والا بڑا نہیں مانتا۔

(۷۸) جو مہر جات چلی مہر مہر مہر مہر (۷۸)

جو جات اوسمیں پارتے سہر مہر مہر مہر مہر

جو بڑا چلی سہر مہر مہر مہر مہر

جو بڑا چلی سہر مہر مہر مہر مہر

مطلب وہ ہے کہ جو وضع داری بڑوں سے چلی آئے

دی ہو سکتی ہے پانی اگر کنارے سے باہر ہو جائے گا تو بے جا رہے گا۔ اس  
دوہے کو یوں غبی لکھا گیا ہے۔

تہی پران چلی بو بھلو جو ب دن ٹھیراے  
عمر چلے جل بار تے تو رسیسم رہ جائے

(۷۰) जोरहीम उन्नम प्रकृती काकरी सकत कुसंभा (७०)

चंदन विष व्यपत नहीं लुपते रहत भुजंगा ॥-

جو رحیم اتم پر کردی کا کری سکت گنگ

چندن دتے دیات نہیں پٹے بہت بھنگ

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ جو اعلیٰ طبیعت کے لوگ ہیں ان کو بُری  
صحبت کیا کر سکتی ہے۔ مثال اوس کی یہ ہے کہ چندن کے بھاڑ کو سانپ  
پٹے ہوئے رہتے ہیں لیکن ان کے زہر سے اوس کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

(۷۱) जोरहीम ओखे चदै तो अति ही इतराय (७१)

प्यादे सों फरजी भयो टेढो टेढा जाय ॥-

جو رحیم او چھوڑے تو اتنی ہی اتراوے

پیادے سوں چھوڑی جھٹھے ٹھوٹیر ہو جائے

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ اوجھو یا کم ظرف اگر بُرے جائیں یا ترقی  
کر جائیں تو اگر جاتے ہیں۔ ہم چوں دیکھتے ہیں خیال کرتے ہیں

اور اس کی مثال یہ ہے کہ پیادہ جس کی چال سیدھی ہے فرضی ہوئے پر  
 ٹیڑھا ٹیڑھا چلتا ہے۔

(۸۲) جو رہیم کرے وہ تو بھج کو دے ہوا لالہ (۸۲)

تو کاہے کر پر، دھاریو گو بھرنہ موہالہ ۱۱۔

جو رحیم کری بوہو لو بوج کو پیسے احوال

تو کاہے کر پر دھاریو گور وھن گو پال

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ برج - برج میں تھرا آگرہ - کوپل اور

ایک فصل یہ چاروں ضلعوں کو پرانے زمانہ میں برج ہوی کہتے تھے۔ اور تھرا

سکچہ تھوری دور پر ایک پہاڑ ہے جس کو گردا کہتے ہیں۔ اس پہاڑ کو کشتن جی

نے دیوالی کے دوسرے روز اپنی انگلی پر اٹھایا تھا اور یہی دن ہوتا ہے

کہ بارش انتہام پر ہوتی ہے تو برج کی عورتیں اپنے گھروں کا سب کو برنکا کر

ایک پتلا بناتی ہیں اور اس کے سامنے پوجا ہوتی ہے گردا کا گور وھن یہ

عرفیت ہے۔

کشتن جی کا ارادہ برج کو چھڑ کر دو ارکا ہی جانے کا تھا تو یہ سب

بھٹیرے کیوں کہے۔

(۸۳) جو رہیم گاتی رپ کی کول کھول گاتی سو (۸۳)

بوسہ جی یارو لگو بکھو اُندھرو ہا ی ۱۱۔

جو حیم گئی دیپ کی کل کپوت گئی۔ سوئے

بارے احیارو لگے بڑے اندھیر ہو گئے

مطلب وہ ہے کہ جو حالت دیپ کی ہوتی ہے وہی خاندان میں پیدا ہونے والے ناخلف لڑکے کو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے اس کی خوشی ہوتی ہے اور بچوں جوں بڑا ہوتا ہے تو اس کے اقبال سے رنج ہوتا ہے یہی حال چراغ کے ابتدائی روشنی اس کی چھٹی معلوم ہوتی ہے اور اس کے جھڑکنے پر تعلیم ہوتی ہے۔ یا لفظ کے معنی ہیں چراغ کے ساتھ یوں استعمال ہوتا ہے کہ چراغ کو بڑا دینی بچھا دو، شمع خوان کو بھی اٹھانا نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ دسرخوان بڑاؤ۔ اور اس طریقہ پر بچے کے پیدا ہونے پر خوشی ہوتی ہے اور اس کے مرنے پر رنج ہوتا ہے۔

(۷۸)

جور ہی س گیت دیپ کی سوت س پوت کی ساہ ۱۔ (۸۴)

بڑو ا جیرو تہی رہے گا ا بھیرے ہو ۱۱۔

جو حیم گئی دیپ کی کت کپوت کی سوئے

بڑو ا جیرو تہی رہے گا ا بھیرے ہوئے

مطلب وہ ہے کہ جو کیفیت چراغ کی ہوتی ہے۔ یہی

کیفیت لائق لڑکے کی ہوتی ہے اس کے رہنے سے گھر میں اجالارہتا ہے

اور اوس کے جانے سے اندھیرا ہو جاتا ہے۔ لڑکے کو اردو کتابت میں  
یوں مخاطب کرتے ہیں۔ راحت جان لڑچشم۔ قرۃ العین۔

(۷۵) جو رھی م جگ ماری بو نین بان کی چوٹ (۱۷۵)

بھगत بھगत کو اڑ بچی گئے چرن کمال کی اوٹ ۱۱-

جو ریم جگ ماری بو نین بان کی چوٹ

بھگت بھگت کو بچی گئے چرن کمال کی اوٹ

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ آنکھوں کے تیروں نے جب چلنا شروع

کیا بہت گھائل ہوئے مگروہ بچ رہے۔ جن کی نظر بچی تھی یعنی ان تیروں

کے مقابل میں نہیں آئی۔ اردو شاعر نے بھی کل لکھوں کو تیرا بندھا ہے۔

(۷۶) جو رھی م دیپک دسا اتی رار بات پٹ اوٹ (۱۷۶)

سماں پر تے ہوتے ہا ہی پٹ کی چوٹ ۱۱-

جو ریم دیپک دسا اتی رار بات پٹ اوٹ

سے پہلے تے ہوتے ہا ہی پٹ کی چوٹ

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ تہی کو عورت اپنے کپڑے کی آڑ میں رکھتی ہے

اسی کپڑے کی چوٹ سے وہ وقت پر ڈھنڈا ہو جاتا ہے یہ وقت کی بات ہے۔

(۷۷) جو رھی م دھاتر پری رگی رناک اڑ سیسا (۱۷۷)

نیتھو اس آگے روئے بو آس ماری بو رھی س ۱۱-

جو رجم یک تر پرے رگری ناک آردیں  
 نہ ہوا آگے روئے ناک گریوہ سیں

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ اسے رجم بے رحم آدمی کے پیروں  
 کے نیچے اور اس کے سامنے ناک اور سر گر گئے پر اور روئے پر اور آگے  
 گرانے پر کوئی توجہ نہیں نکلتا ہے اس لئے اس کے سامنے یہ سب کرنا بیگناہ ہے۔

(۷۷) جو رہیमत نہ ہا تھ ہے منسا کہوہ فین جاہی (۷۷)

نارمہ جو سخا پار کا یا با جاتی ناک۔

جو رجم تن ہاتھ سے فکھوں کن جاہیں

جل میں جو چھایا پری کا یا بھت ناہیں

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ جب رجم تیرے قابو میں ہے تو من  
 کہیں بھی کیوں نہیں جاتا۔ اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔  
 مے پانی میں سایہ پڑنے سے جسم نہیں بھگتا۔

(۷۸) دھوے سوجن منا ڈھ جو دھوے سوبار (۷۸)

رہی مان فیر فیر پوہی دھوے سوجن

لوئے سجن سنا ہے جو لوئے سوبار۔

رحمن پھری پھری پوہی ہے ڈھوئے مٹا ہار

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ سیا کی کوئی بات کسی دھو سے بگڑ جائے



ناراض ہو جائے اور کئی بار ایسا ہو تب بھی انہیں سنا نا چاہئے۔ موتیوں کے  
بار سے ٹوٹ کر گرنے والے موتیوں کو پھر اسی بار میں پرو دیا جاتا ہے۔

(۹۰) तन रहीम हो कर्म बस मन राखो औहि अरे (۹۰)

जल में उलटी नाव ज्यों रेंवें चत गुन के जोर ॥

من رحیم ہے کرم بس من را کھواد ہی اور

جل میں الٹی ناؤ جیوں کھینچت گن کے زور

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ جہم تو اس جہم یعنی پرانے اعمالوں کے  
قابو میں ہے وہ آپ سے آپ اور کسی طرف نہیں جاسکتا۔ جب من کو بھگوان  
کی طرف لگاؤ گئے تب ہی اس جہم کو سکھ ملے گا۔ بہاؤ سے اٹھائی جانے کے  
لئے ناؤ کو رسی سے کھینچتے ہیں۔

(۹۱) तबही लौ जीबो भलो दीबो होय नधीम (۹۱)

जग में रहिबो कुचित गति उचित न होय रहीम ॥

تب ہی کو جی بھلو دیب ہی ہوئے نہ دہیم

بھگت میں رہیو کھیت گئی اچیت نہ ہو رحیم

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ اسی وقت تاں جینا اچھا ہے جب تک کہ

دوران کم نہ ہو دنیا میں بُری حالت میں رہنا لازم نہیں۔

— — — — —

(۹۲) तरुवर फल नहिं खात हे सरवर धियहिं न पानी ॥

कहि रही म परकाज हित संपत्ति संचहि सुजाना ॥

तंदूर بجلی نہیں کھاتے سرو پے ہی نہ پاں

کبھی تہم پر کاج بہت سستی باج ہی سبحان

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ جھاڑ اپنے پھل آپ نہیں کھاتے۔ تالاب

اپنا پانی آپ نہیں پیتے پھر بھی جمع رکھتے ہیں۔ دو سروں کی جھڑی کے لئے

ایسے ہی بھٹوں کا واقعہ ہے۔

(۹۳) तासों ही बाछु पाइए कीजै जाकी आस ॥

रीते सरवर पर गये कैसे बुझै पिसाय ॥

تاہوں ہی بچو پائے کیجئے جاکی آس

ریتے سرو پر گئے کیسے بجھئے پیاس

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ اس سے کچھ پاؤ گے جس سے کچھ آس

ہے۔ سو کئے تالاب کے پاس جانے سے پیاس کیسے بجھیکی۔

(۹۴) तै रही म अब कोन है मती रेखें चत बाय ॥

खस का गद को पुतरा नमी माहि खुल जाय ॥

تئے رہی م اب کون ہے اتنی قطبیت پائے

کھس کا گد کو پوتر اٹنی ماہی کھل جائے

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ اے رحیم اب تو کون ہے جو ہوا تجھے  
اس طرح پہنچنے لے جا رہی ہے جس طرح سے کافک کا تپلا سر دی ننگل جاتا؟

(۹۵) थोथे बादर कर के ज्यो रहीम घहरात।

धनी पुरुष निरधन भये करै पाखیلی बत ॥-

تھوٹے یا درکنور کے جو رحیم کہہ رات

دہنے برشِ زرد سن بھٹے کرین یا چھلی بات

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ کالی بادل جو کنوارے ہینے میں آسمان

پر نظر آتے ہیں۔ صرت گرجتے ہیں۔ ایسے ہی جو پیسے والے ہیں وہ غریب

ہو جاتے ہیں۔ پریتی ہوئی امیری کے وقت کی بات کیا کرتے ہیں۔

(۹۶) थोरो किए बडेन की बडी बडाई होय।

ज्यो रहीम हनुमंत को गिरधर कहत न कोय ॥-

تھورے کئے بڑن کی بڑی بڑائی ہوئے

جیوں رحیم نمٹت کو گر دہر کہے نہ کوئے

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ بڑے آدمی سپورٹ ساجنی نام کرتے ہیں تو

انہی بہت تعریف ہوتی ہے انہیں چوٹے کی نہیں جیسے کہ سنبھان جی کو بڑے بڑے

پاٹھوں کے اٹھانے پر جی۔



(۹۷) दादर मोर किसन मन लग्यो रहे घन मोहि ॥

रहि मन चात करी न ह सरवर को कोउ नाहि ॥

داور کسان میں لگیو رہے دھن ماہی

رحمن چاگ رتن جو سرور کو کوؤ ناہی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ نیک مور اور کسان ان سب کا دل

بارل میں لگا رہتا ہے اور پیسا بھی اس کو رٹتا رہتا ہے۔ تالاب جو دوسروں کے لئے بارہ سینے پانی جمع کر کے رکھتا ہے اس کی یاد کوئی نہیں کرتا۔

اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پیسا کے رتن کی برابری ان میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ پیسا ایک خاص چڑیا کا نام ہے۔ سورتی تکھڑ کے پانی کے لئے ترستا ہے اگر نہ ملے تو پیسا ہی رہ جاتا ہے۔ دوسرے تو اور پانی سے بھی کام چلا لیتے ہیں۔

(۹۸) दिव्य दीनता के रसहि का च्याने जग अंधु ॥

भली बिचारी दीनता दीन बन्धु से बन्धु ॥

دو یادیں تاکے رسی کا جانے جنگ اندھو

بھلی بیچاری دین دین بندھو سے بندھو

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ غربت کے مزے کو اندھی دنیا گیا جانے

غیر ہی ایک بہت زبردست خاص قدرتی وصف ہے غریب کو اور غریبی کو

بھگوان نے اپنا ہے اس سے ہر ایک انسان کو اپنا چاہیے۔

(۹۹) دیں سب کو لڑتے ہی دیں لڑتے ہی دیں کوئی (۹۹)

جو رہی مہینہ لڑتے ہی دیں لڑتے ہی دیں کوئی (۹۹)

دین میں کوئی نہ دین میں کوئی نہ

جو دین میں کوئی نہ دین میں کوئی نہ

مطلب دو ہے کہ یہ ہے کہ غریب آدمی کی طرف دیکھتا ہے لیکن  
غریب کے طرف کوئی نہیں دیکھتا۔ اگر غریب کے طرف دیکھنے لگے تو وہ  
بھگوان کے برابر ہو جائے گا۔

(۱۰۰) دھرم نہ سوچ کر ہنس کر دھرم نہ سوچ کر (۱۰۰)

کھو سوچ کر سوچ کر سوچ کر سوچ کر (۱۰۰)

دھرم نہ سوچ کر دھرم نہ سوچ کر

کبھی نہ سوچ کر کبھی نہ سوچ کر

مطلب دو ہے کہ یہ ہے کہ جب کسی کے دکھ کو سن کر وہ ہنسی

اڑاتے ہیں اس وقت دھرم نہ سوچ کر دھرم نہ سوچ کر

ہیں اور بار بار سوچ کر اس کے دکھ کو دور کرتے ہیں ایسے بھگوان ہر ایک۔

(۱۰۱) دھرم نہ سوچ کر دھرم نہ سوچ کر (۱۰۱)

لڑتے ہی دیں لڑتے ہی دیں لڑتے ہی دیں (۱۰۱)

دردن پر سے رحم کہیں ڈھٹل جیت بھاگی  
تھمارے ہو جت گھوڑ پر جب گھر لاگت آگئی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ بُرے دن آنے پر یہ نہ دیکھنا چاہیے کہ  
یہ کچھ اچھی ہے یا بُری۔ جیسے کہ گھڑی آگ لگنے پر گھوڑ پر عجی گھڑے  
رہنا پڑتا ہے۔

(۱۰۱) दुरादिन परे रहीम कहि भूलत सब पहिचा ॥

सांच नहीं बित हानि को जो न होय हित हानि ॥-

دردن پر سے رحیم کہی بھولت سب پہی چانی

سوچنے نہیں دت ہانی کو جو نہ ہو دے ہت ہانی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ بُرے دن آنے پر سب پہچان دالے  
اپنے کو بھول جاتے ہیں۔ جیسے کہ جانے کا کوئی رنج نہیں۔ اگر پیار  
اور محبت کو نقصان نہ پہنچے۔

(۱۰۲) देनहार कोउ ओर है भैजत सो दिन रे ॥

लोग भरम हम पै दारें दाते नीच नैज ॥-

دین ہار کوئی اور ہے بھیجت سون دن رین

لوگ بھرم ہم پہ دہریں جاتے نیچے نین۔

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ دینے والا کوئی اور ہے اور جس کے

نزیلہ دیا جائے وہ کوئی اور ہے لیکن لوگوں کا خیال ہے کہ رحیم دیکھا ہے۔  
اس وجہ سے وہ شرمندہ ہے۔

(۱۰۴) दोनों रहि मन एक से जो लो बोलत नाहि ॥

جان پر تہے کا کپک تر تو بسانت کے ساہی ॥

دو نوں زن ایک سے جو بولست نا ہی

جاں پر تہے کا کپک اپت بسانت کے ساہی

مطلب در ہے کا یہ ہے دو نوں ایک ہی سے ہیں جب تک وہ بولتے

نہیں یعنی کو اجی کا لا کوئل بھی کافی۔ کا لے بن میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن جب

بانت رت آتی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کو ہے اور یہ کوئل۔ ایک

کوئل اور کوئل کے بولنے کے متعلق ایک دو ہے۔

کا کا کس بن پرے کوئل کا کوئل

اپنے پیٹھے بول نا کر جگہ پنے کرے

(۱۰۵) धनशोरो इज्जत बडी कह रही मका बाल ॥

जैसे कुलकी कुल वधू चिथडुन मांह समात ॥

دین شوروے اے جت بڑی کہہ رحیم کا بات

جیسے کل کی کھل بدھو چڑیاں مانا سات

مطلب در ہے کا یہ ہے کہ اسے رحیم بیہ توڑا ہو کہ عزت بڑی ہو

یہ کیا باغ ہے۔ جیسے ایک تہ لہن خانہ ان کی شادی شدہ استری ایک  
چتروں میں رہنے پر عی دنیا کی نظروں میں عزت پاتی ہے۔

ایک شعر ہے اور وہ یہ ہے۔

پھٹے کپڑوں پر خنداں شل گل ہوں

شرارت کیا بہا ربے خستہ ال ہے

غالب نے بھی اس مضمون کو باندھا ہے۔

ہنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب

تماشا یہ اہل کرم دیکھتے ہیں۔

(۱۰۶) धनद्वारा अरु सुतन सों लगे रहे नित चिन्ता

नहिं रहीम कोउ लख्यो गाढे दिन को मिता

دین دار اور دین سو لگی رہے نیت چیت

تہی رحیم کو اور لکھیو گاڑے دن کو مت

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ دولت بیوی اور بیٹوں سے دین داروں

لگا رہتا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی مصیبت کے وقت کام نہیں آتا۔

برائیتور ہی کام آتا ہے۔ یہ کوئی بھی موت کے دن ساتھ نہیں دیتے ہیں۔

(۱۰۷) घनि रहीम गति मीन की जल बिछुरत जिय जाय

जिअत कंज तजि अनत बसि कहा भोर को भाय



دہنی حیم گئی میں کی جل بکھرت جئے جائے  
جیت کجے تھی انت ہی کہا ہو۔ کو بھائے  
مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ پھیلی کو دین ہے جو پانی سے الگ  
ہوتے ہی نہیں جیتی۔ بر خلاف اس کے بیہور۔ کنول کے پھول کے کلاتے  
ہی پاس نہیں ٹھکتا یہ کتبا بے وفا ہے۔

(۱۹۰۶) دھانی رھیم جال پک کو لٹھو جی پیا ات اداہا۔

اگرچہ بڑا ہی کون ہے جگت پیا سوا جاہا۔  
دھنی حیم جل نیک کو بھو جئے پت اکھا  
اٹھادی بڑائی کون ہے جگت پیا سے جا  
مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ اے حیم وہ کچڑ کا پانی بنی اچھا ہے  
جس کو چوٹے سے جو پی کر اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ دریا ہوا تو کیا دنیا  
پیاسی جاتی ہے۔

(۱۹۰۷) دھور دھرت نیت سیم پے کھو رھیم کہہ جی جی۔

اگرچہ راج سانی پرتی ترو سوا کھنٹ گجرا ج۔  
دھور دھرت نیت سیم پے کھو رھیم کہہ جی جی  
جی راج تھی تینی ترو دھو نیت گجرا ج۔  
مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ رھیم ہاتھی کہ دیکھ کر یہ سوال کرتا ہے

کہ باقی اچھے سر پر خاک کیوں اڑا تا جاتا ہے۔ یہ خود ہی جواب دیتا ہے کہ  
جس خاک سے اہلیہ تیر گئی تھی مکن ہے وہی خاک اس کے سر پر پڑے  
اور اس کی عاقبت بخیر ہو۔ یہ دو ہا قصہ طلب ہے۔

وہ اس طرح سے کہ اہلیہ گوتم رشی کی بیوی کو بد دعا دی تھی اور وہ  
چھڑ کی ہو گئی تھی تو جب راجندر جی کا ادھر سے گزر ہوا تو اُن کے گرد اڑی  
یالات لگی تو وہ سرب صلی گئی۔ اُسی خاک کو دیا سمجھ کر اپنے سر پر اڑا تا ہی  
اس کا ذکر مانس میں ہے کہ کیشو جی راجندر جی کو ندی ر لگیا تھا اُن کہا کہ ہاراج  
مجھے پیر دہو یعنی دو اگر میری ناؤ میں بغیر پیر دہوے قدم رکھا تو وہ بھی  
سرک کو چلی جائے گی اور میں غریب کیا کہا ایٹھا کہاں سے اس لئے پہلے  
مجھے پیر دہو لینے کی اجازت دیجئے اور پھر ناؤ میں بیٹھنے کی۔

سن کیوٹ کے ہیں پریم پیٹے اٹ پٹ

بیاہ سے کرونا میں دیکھ جان کی کھن تن

راجندر جی نے سینا کی طرف اس وجہ سے دیکھا کہ جب میری  
شادی ہوئی تو آپ کے والد نے میرے پیر دہو لیے تھے۔ اور ٹھمن کے طرف  
دیکھا کہ تم میرے چھوٹے بھائی ہو چکی وجہ سے پیر دہو نے کا حق تم کو ہے۔  
آج تم دونوں کا حق یکھسوٹ مفت ملے رہا ہے۔



(۹۹۰) نہیں رہی م کھنڈ رپ گون نہی مہنہ انور م

ہے سی سوان جو رارہی مہنہ مہنہ ہی مہنہ

بہنہ مہنہ مہنہ مہنہ مہنہ مہنہ

رہی سوان جو رارہی مہنہ مہنہ

مطلب وہ ہے کہ یہ ہے کہ وہی کہتے ہیں نہ تو وہی کہتے ہیں

نہ تھار کا تھو۔ اس کو رکھنے سے جو بھوک کا مارا ادمہ ادمہ بھوکا کیا لاکھ

(۹۹۱) نہاد ریکھن دت مہنہ نر دھن ہتہ مہنہ

تہرہ مہنہ مہنہ مہنہ مہنہ مہنہ

ادھو مہنہ مہنہ مہنہ مہنہ

تہرہ مہنہ مہنہ مہنہ مہنہ

مطلب وہ ہے کہ یہ ہے کہ گانے بجانے پر مہنہ اور مہنہ ایسے مہنہ

مہنہ مہنہ مہنہ مہنہ مہنہ مہنہ

کر دیتے ہیں) انسان خوش ہونے پر یہ ہے وہ لوگ جو خوش ہوتے

پر مہنہ مہنہ مہنہ مہنہ مہنہ

(۹۹۲) نہج کر مہنہ مہنہ مہنہ مہنہ

پاسے اپنے ہاتھ مہنہ مہنہ مہنہ

تہج کر مہنہ مہنہ مہنہ مہنہ

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ کچھ سنتوں کا کہنا ہے کہ ہمیں سنا تھا یہ  
 بڑی ہے اس کے کچھ کام کرنا یہ کار ہے۔ ایسے لوگوں کا کہنا ہے  
 بشر یہ شل موٹ پڑ نہ رہنا ہے اچھا  
 بندر کی طرح دھوم مچانا نہیں اچھا  
 سر بھاری چیز ہے اُسے تکلیف ہو تو بوڑھے پر جب بچا۔ ہی کا بلانا نہیں اچھا  
 عیم کا خیال ہے کہ کام کرنا ہی ضروری ہے جس کا نتیجہ ہی اتنا ہے  
 کام کے بنا تقدیر کا تیرا نہیں ملتا۔ امیر کا ایک شعر ہے۔  
 شکت وقوع تو فرستے ہے و لے امیر پر تقابل تو دل ناتواں خوب کیا  
 پائے اپنے ہاتھوں میں دلوں میں ہاتھ میں نہیں ہے۔ پائے بعض  
 جگہ ہاتھی دانت کہتے ہوئے ہیں اور بعض جگہ ہڈی کے۔ اور بعض کوڑیاں ہر  
 بھی بناتے ہیں یہ سب چیزیں دوسرے کمیل میں کام آتی ہیں۔

(۱۱۳) केन सलोले अधर मधुकहिरहीम घटिकौन।

मीठो भावै लोन फअरू मीठे पर लोन ॥-

نین سلوئے اوہر مدھوکھی ریم گھٹی کون

میٹھو بھادے لون پر اڑد لہجے پر لون

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ ہونٹھ تو پٹے ہیں اور انکھیں نکلیں بھی  
 ان کو کس کی کمی ہے میٹھا نمک پر اچھا معلوم ہوتا ہے اور میٹھ پر نمک۔

वामन हे बाली को चलयो भद्रो दियो उपदेस ॥-

پری پری مری بھلی پوسہو کشن کلیں ۛ ہاں ہے ملی کو چلیو تعلیم و پر ابد

مطلبہ دو پے کا یہ ہے کہ داس باون انگل کے تھے مگر اُن میں طاعتی کہ جتنا اونچا چاہیں اپنے کو کر سکتے تھے۔ بہارِ اجماعی کے دربار میں گیا

اور ان سے کلکتہ مانگی کہ مجھے تین قدم زمین کی ضرورت ہے کہ میں اپنی

بنیادوں پہلے ہتھکڑیاں لگا کر کہیں لٹکا کر بھی نہ آیا تین پیرزین پر تمہاری کوٹھ

نکلیے بیچے گی۔ آپ جو چیز خفیہ چاہے لے سکتے ہیں۔ اس جی تے کہا کہ برہمن اس

استہاج لینا چاہئے جتنی اُسے ضرورت ہے ورنہ اس کی تذبذب ہے۔

اتنی ہی چاہیے۔ راجہ نے مسکب سے جیوت پانی ہاتھ میں لیا اور

وہن نے اپنا جسم پھیلا ناشرع کیا۔ دو قدم میں اوس نے تمام اون کو

ریاست کی ناپ نی تیسرے کے لئے گنجائش نہ رہی۔

جھگوان کے اس چل چل پر مجھ کہہ رہے ہیں کہ پڑے رہنا؟

تھا۔ مرنے والا اچھا تھا۔ طرح طرح کی تکالیف لینا اچھا تھا۔ لیکن لوگوں

ایسا دھوکا دینا نہ چاہئے۔

سید بابا الخیر

رقم ۳۵ - بیان اختلاف



CALL [ ۹۲۳۶۲۵۴۱ ] ACC. No. ۵۸۲۵۷

AUTHOR [ چهارگو گو دین داس ]

TITLE [ حالات نظام عبدالرحیم خانخانان ]

۹۲۳۶۲۵۴۱

۵۵۲۵۷

۱۱

۱۳۵

Date	No	Date	No



## Maulana Azad Library

### ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

#### RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per for general books kept over - dup.

